قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی

(حضرت المصلح الموعودؓ)

ماہنامہ

خالد

ربوہ

امان 1351

مارچ 1972
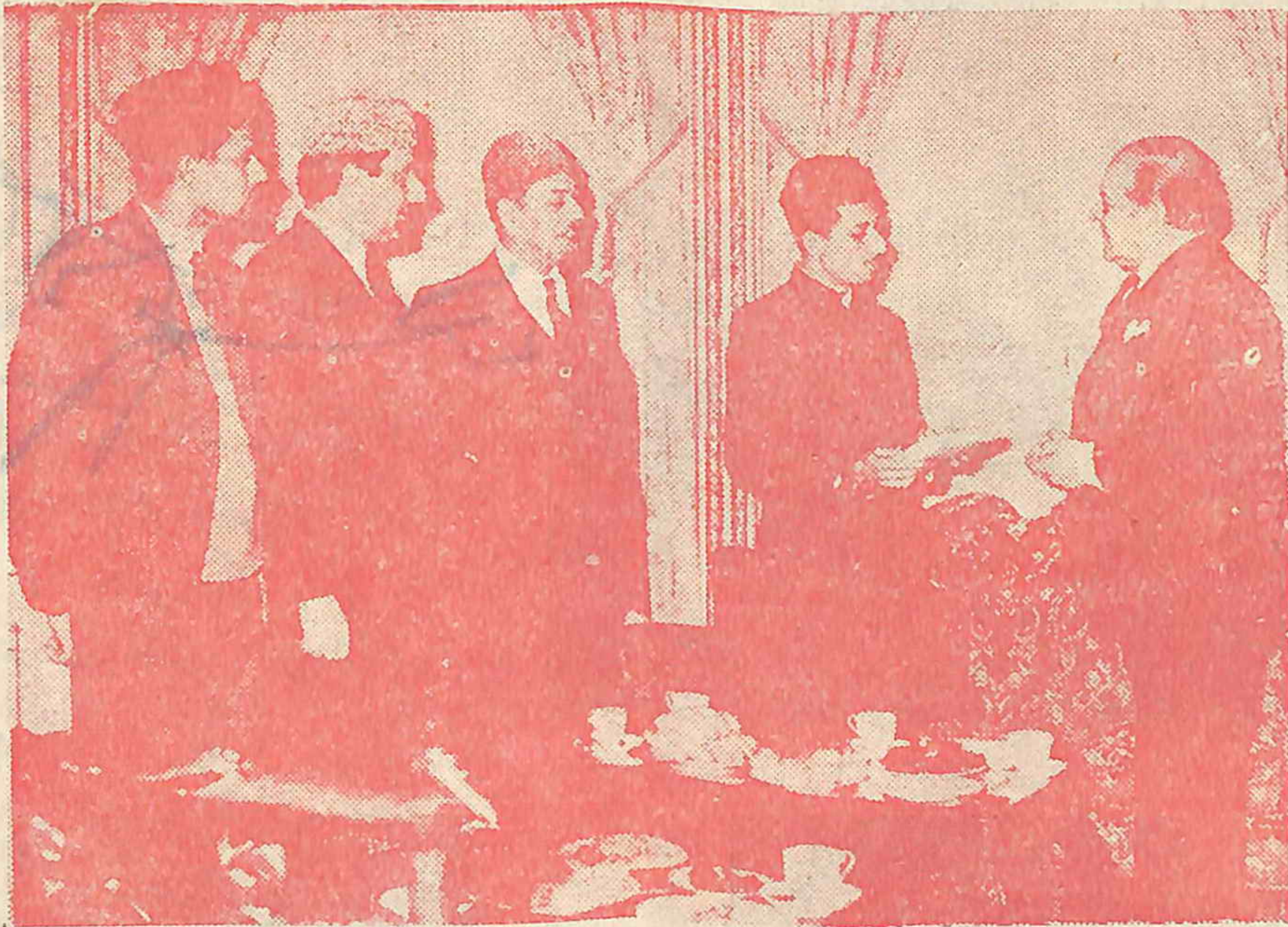
جناب عطاء المجیب صاحب راشد ایم - اے نائب امام مسجد لندن و قائد مجلس خدام الاحمدیہ لندن برطانیہ میں پاکستان کے ہائی کمشنر ہز ایکسی لینسی جنرل محمد یوسف کو قرآن مجید کا نسخہ پیش کر رہے ہیں -

ایڈیٹر

سید عبدالحی شاہد ایم - اے

صدرِ محترم

قائد ضلع لاہور کی طرف سے پیش کئے گئے
ایڈریس کے جواب میں خطاب
فرما رہے ہیں۔
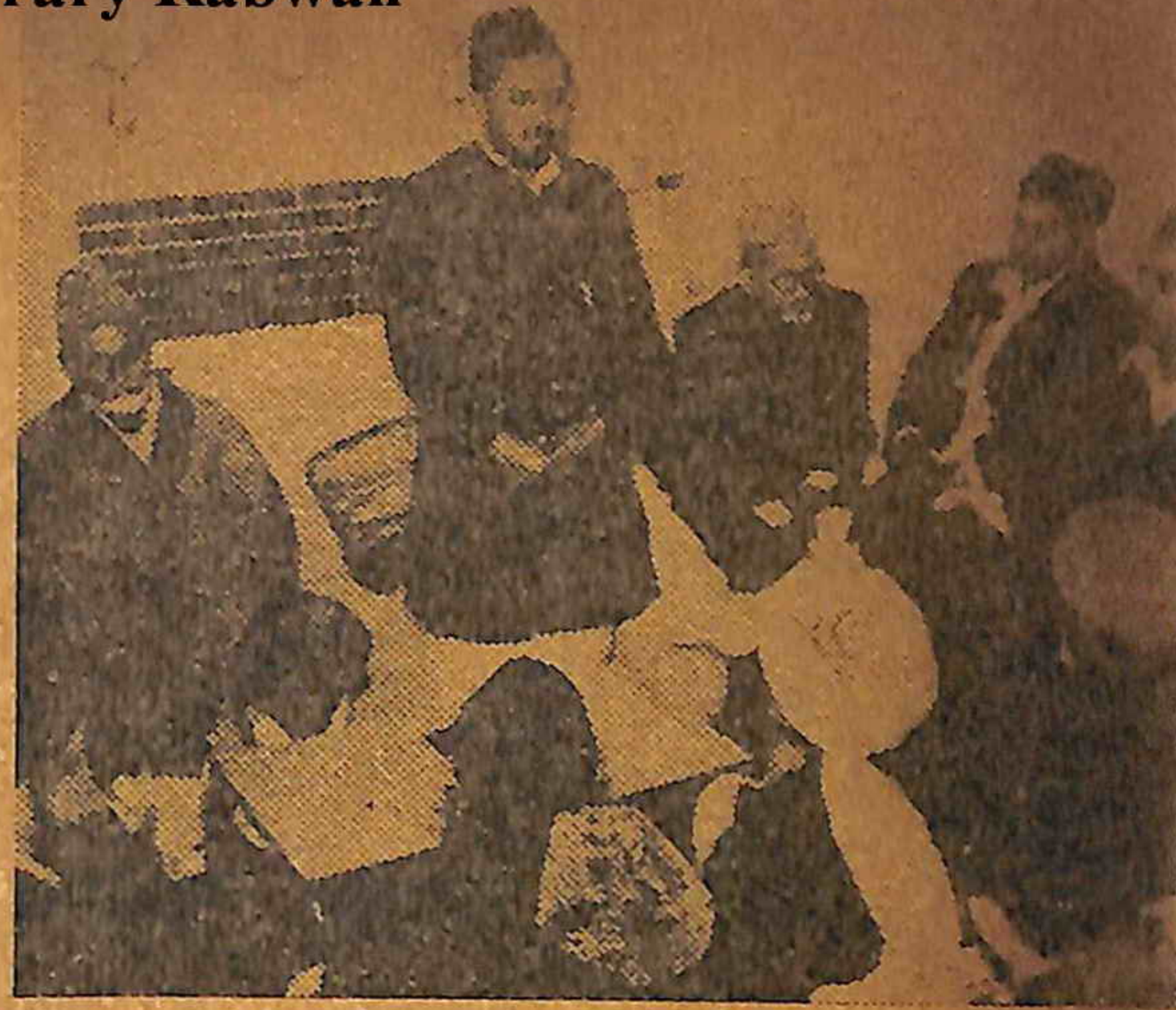
صدر محترم قائدین مجالس لاہور شہر
و قائد ضلع کے ہمراہ
مبشر احمد دہلوی (قائد مجلس ماڈل ٹاؤن)
عبدالشکور اسلم (قائد مجلس اسلامیہ پارک)
ملک منور احمد جاوید (قائد ضلع و علاقہ لاہور)
محترم چوہدری حمید اللہ صاحب
صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ
عابد علی بڑ ایڈوکیٹ (قائد مجلس دہلی گیٹ)
چوہدری محمد خان (قائد مجلس مغل پورہ)
چوہدری محمود احمد بھلر (قائد مجلس دارالذکر)
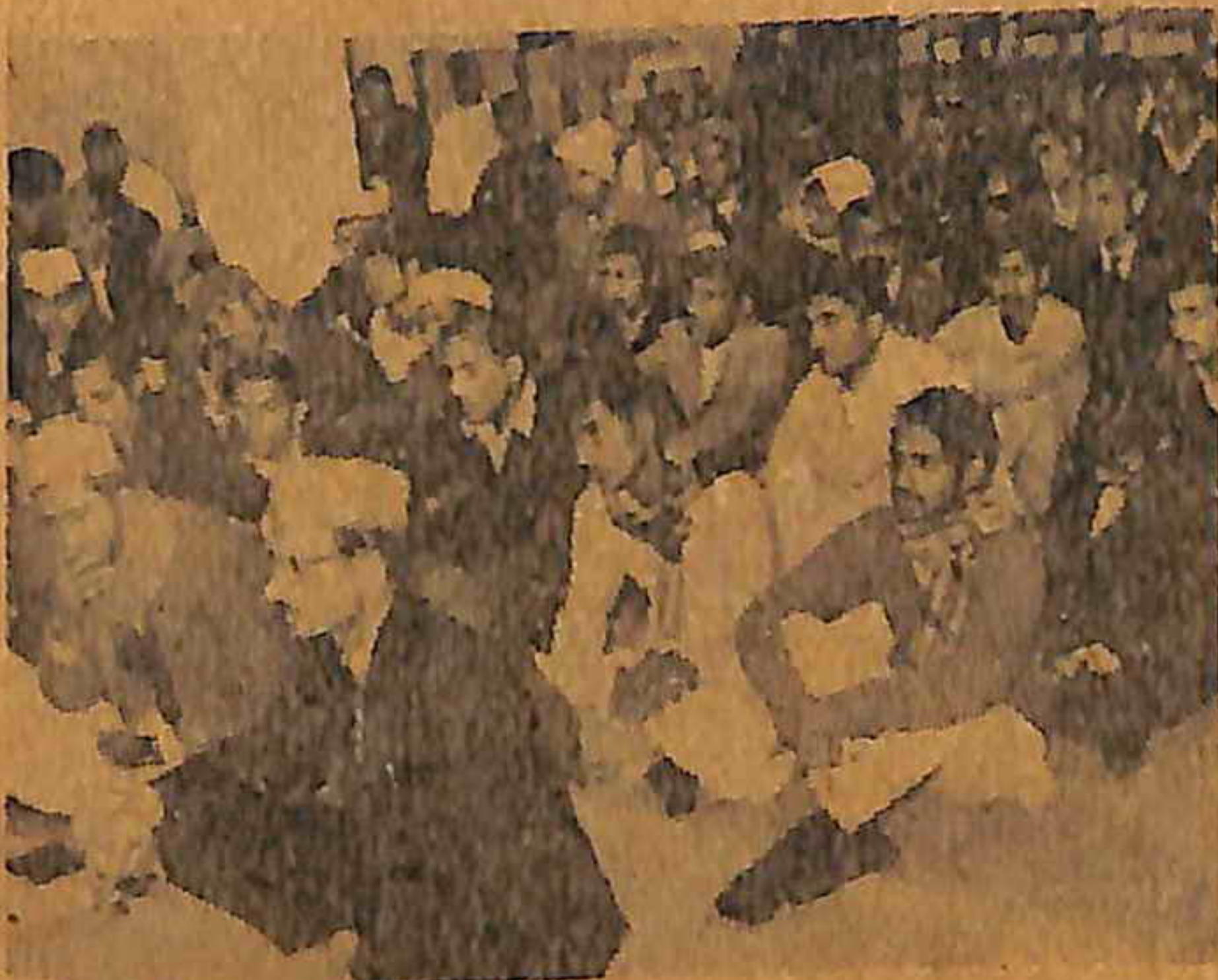
مجلس ماڈل ٹاؤن کے زیر اہتمام منعقدہ
یک روزہ اجتماع میں خدام صدر محترم
کا خطاب سن رہے ہیں۔

مجلس ماڈل ٹاؤن کے خدام کا مقابلہ
رسہ کشی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
اِسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"
(الہام المسیح الموعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"
(المصلح الموعودؓ)

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۱۸ | امان ۱۳۵۱ ہش | مارچ ۱۹۷۲ء | شمارہ ۵

مجلسِ ادارت

مدیر اعلیٰ
سید عبدالحی ایم۔ اے شاہد

نائب
عبدالکریم خالد

فہرست

پبلشر :۔ محمد شفیق قیصر
مطبع :۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت :۔ دفتر ماہنامہ "خالد"
دارالصدر جنوبی ربوہ

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

متکبر شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا!

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ: اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَّ نَعْلُهٗ حَسَنَةً۔ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ۔ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ۔

(مسلم کتاب الایمان باب تحریم الکبر و بیانہ)

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل نہیں ہونے دے گا"۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ "انسان چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، جوتی اچھی ہو، وہ خوبصورت لگے۔ آپؐ نے فرمایا "یہ تکبر نہیں"۔

"اللہ تعالےٰ جمیل ہے وہ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر" دراصل یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کرے، لوگوں کو ذلیل سمجھے اور ان سے بری طرح پیش آئے"۔

قومی بددیانتی ــــ قابلِ تعزیر جرم

(از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

"تم ہندوستان کی تاریخ پڑھ جاؤ۔ اتنے بڑے وسیع ملک کا انگریزوں کے ماتحت آجانا محض بددیانتی کی وجہ سے تھا۔ انگریزی فوجیں جو شروع زمانہ میں بعض دفعہ سینکڑوں کی تعداد سے زیادہ نہیں ہوتی تھیں کبھی ہندوستان پر غالب نہیں آسکتی تھیں، اگر ہندوستانیوں میں دیانت پائی جاتی۔ بعض دفعہ تو تاریخ پڑھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ ساری بات ہی جھوٹی ہے اور عقل تسلیم نہیں کرتی کہ مدراس کے ایک چھوٹے سے علاقہ میں اقامت پذیر چند سو انگریز ہندوستان کی بڑی بڑی قوموں اور حکومتوں کو زیر کرتے چلے جائیں گے۔ عقل اس کے باور کرنے سے انکار کرتی ہے کیونکہ انسانی فطرت اِس حد تک اخلاقی گراوٹ کو تسلیم کرنا برداشت نہیں کرتی جس قسم کی گراوٹ اُس زمانہ میں ہندوستانیوں میں پائی جاتی تھی۔ کسی جگہ یہ تو شہزادوں کو رشوت دے دی جاتی ہے کہ اگر تم اپنے باپ یا بھائی سے بغاوت کرو تو ہم تم کو اس کی جگہ گدی پر بٹھا دیں گے اور وہ بددیانت اور ذلیل انسان اِس رشوت کو قبول کر لیتے ہیں۔ کسی جگہ وزراء کو یہ امید دلا دی جاتی ہے کہ ہم تمہاری ایک ریاست قائم کر دیں گے یا تم کو اس ریاست کا قبضہ دے دیں گے یا اَور کوئی بڑا عہدہ دے دیں گے اور وہ ننگِ انسانیت اِس رشوت کو قبول کر لیتے ہیں۔ اور انہی چالبازیوں کے ساتھ اور انہی رشوتوں کے ذریعہ یورپین اقوام جو نہایت قلیل تعداد میں ہندوستان میں آئیں، ہندوستان کے ایک گوشہ سے بھرے ہوئے بادل کی طرح بڑھنا شروع کر دیتی ہیں اور سارے ملک پر چھا جاتی ہیں۔ مرہٹوں کی طاقت یا نظام حیدر آباد کی طاقت کے مقابلہ میں مدراس میں انگریزوں کی دسویں حصہ کے برابر بھی طاقت نہیں تھی۔ اسی طرح سراج الدولہ کی طاقت کے مقابلہ میں بنگال میں انگریزوں کی طاقت دسویں حصہ کے برابر بھی نہ تھی مگر باوجود اِس کے مقابلہ میں وہ ہار جاتے ہیں اور انگریز جیت جاتے ہیں۔ اس تمام فتح اور شکست کی تہہ میں ایک ہی وجہ نظر آتی ہے اور وہ یہ کہ بڑے بڑے وزراء اور افسر یا رشوت خوار تھے یا وہ کسی اَور لالچ میں آجاتے تھے۔ اگر یہ بددیانتی نہ ہوتی تو کبھی ہندوستان پر انگریزی حکومت قائم نہ ہو سکتی لیکن اس بددیانتی کی موجودگی میں اگر انگریزی حکومت نہ ہوتی تو فرانسیسی حکومت ہوتی۔ اگر فرانسیسی حکومت نہ ہوتی تو پرتگیزی حکومت ہوتی۔ اگر پرتگیزی حکومت نہ ہوتی تو کوئی اَور حکومت ہوتی۔ بہرحال یہ ملک اِس قابل نہ تھا کہ اپنا بوجھ آپ اُٹھا سکتا۔ بددیانتی کے بوجھ نے ان لوگوں کی کمریں خم کر دی تھیں اور لالچ کے مارے اِن لوگوں کو ایسا جھکا دیا تھا کہ وہ شریف لوگوں میں سیدھا چلنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ وہ شکار تھے دنیا کا۔ اگر انگریز نہ آتے تو کوئی اَور آتا۔ بہرحال وہ خود اپنی حکومت سنبھالنے

کے ناقابل تھے۔ اُوپر سے لے کر نیچے تک سب جگہ بددیانتی پائی جاتی تھی۔ پھر وسطِ ہند میں آکر لکھنؤ اور اس کے بعد دہلی میں جو کچھ ہُوا وہ بھی اِسی بددیانتی کا کرشمہ ہے۔ غدر کی بغاوت جب ہوئی تو اُس وقت ہندوستانیوں نے چاہا کہ اپنے آپ کو انگریزوں کے تسلّط سے آزاد کرلیں اور ایسے کئی مواقع آئے جبکہ دہلی کی حکومت غالب آنے کے بالکل قریب تھی لیکن خود ملک کے اندرونی غداروں اور بددیانتوں نے اِن مواقع کو ضائع کر دیا۔

یہ مشہور تاریخی واقعہ ہے کہ ایک موقع پر انگریزی فوج پر نہایت آسانی کے ساتھ گولہ باری کی جاسکتی تھی۔ میں نے خود دہلی میں وہ موقع دیکھا ہے۔ مگر زینت محل جو بادشاہ کی چہیتی ملکہ تھی اُسے انگریزوں نے رشوت دے رکھی تھی اور اُسے کہا تھا کہ اگر تم ہمارا ساتھ دو گی تو تمہارے بیٹے کو تخت مل جائے گا۔ جب دہلی کے فوجی افسروں نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ قلعہ پر توپیں رکھ کر چلادی جائیں اور بادشاہ نے بھی ان کے مشورہ کو قبول کرلیا تو انگریزی فوج کی طرف سے زینت محل کو پیغام پہنچا کہ اگر تم نے اس موقع پر توپیں چلنے دیں تو تمہاری تمام امیدیں ہوا ہو جائیں گی۔ تریا چرتر تو ہمارے ملک میں مشہور ہی ہے۔ جب بادشاہ نے توپیں چلانے کا حکم دیا تو بیگم کو بناوٹی طور پر غش پر غش آنے لگ گئے اور اُس نے بادشاہ سے کہا کہ توپ کی آواز سے میرا دل دہل جاتا ہے۔ اگر آپ نے توپوں کا چلنا بند نہ کیا تو میں مر جاؤں گی۔ بس خدا کے لئے توپوں کا چلنا بند کرائیں۔ اور اگر توپیں چلانا ضروری ہے تو اپنے ہاتھ سے پہلے مجھے قتل کر دیں تاکہ میں ان کی آواز نہ سُن سکوں۔ بادشاہ بھی دھوکے میں آگئے اور گولہ باری کا حکم منسوخ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ وہ ایک ہی مقام جہاں سے کامیابی کے ساتھ انگریزی فوجوں پر حملہ ہوسکتا تھا اُس پر سے گولہ باری بند کر دی گئی اور انگریزی فوجیں غالب آگئیں۔ خود بادشاہ کا وزیر اعظم اندر سے انگریزوں کے ساتھ ملا ہُوا تھا اور انگریزوں کو باقاعدہ اندرونی خبریں پہنچتی رہتی تھیں۔

اودھ کی حکومت بھی اسی طرح تباہ ہوئی۔ وہاں کے لوگوں کا تمام روپیہ کلکتہ کے انگریزی بنک میں جمع تھا۔ جب انگریزوں نے اِس علاقہ پر حملہ کیا تو انہوں نے لوگوں کو کہلا بھیجا کہ اگر تم نے ذرا بھی ہمارے خلاف آواز اُٹھائی یا مقابلہ کیا تو تمہارا روپیہ ضبط کرلیا جائے گا۔ جب تک اُن کے روپے جمع نہیں تھے اُس وقت تک تو اُنہیں لالچ دیا گیا کہ اگر تم اپنے روپے ہمارے بنک میں جمع کرو گے تو تمہیں بہت کچھ سُود ملے گا اور جب روپیہ جمع ہوگیا اور اودھ پر اُنہوں نے حملہ کی تیاری کی تو سب کو نوٹس دیدیا کہ اگر تم نے مقابلہ کیا تو سب روپیہ ضبط کرلیا جائیگا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ جب انگریزی فوج اندر داخل ہوئی تو ایک شخص بھی اُن کے مقابلہ کے لئے کھڑا نہ ہُوا۔

(مشعلِ راہ صفحہ ۱۲۰ تا صفحہ ۱۲۲)

جناب محمود مجیب اصغر بھیروی
گڑھ مہاراجہ، ضلع جھنگ

روشن نشان

احادیث نبویؐ اور بعض دوسری مذہبی کتب میں لکھا ہے کہ جب مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری زمانہ یعنی چودھویں صدی کے سر پر آئیں گے تو وہ منجملہ اور کارناموں کے دو عظیم الشان کام یہ بھی کریں گے کہ (۱) یکسر الصلیب، صلیب کو توڑیں گے یعنی صلیبی عقیدہ کو دلائل عقلیہ اور دعاؤں سے پاش پاش کریں گے۔ اور (۲) یقتل الخنزیر، خنزیر کو قتل کریں گے یعنی خنزیر صفت لوگوں پر اتمام حجت کریں گے اور اپنی توجہ اور دلائل سے ان کو ہلاک کریں گے۔ اور نجس اور بدزبان دشمن خود بخود مغلوب ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو الہاماً خبر دی کہ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ یعنی میں اس کو ذلیل کروں گا جو تیری ذلت کا ارادہ کرے گا۔

آئیے ہم اس حدیث پر ایک طائرانہ نظر ڈال کر دیکھیں کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے جنہوں نے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا کس طرح اس حدیث کو پورا کیا۔ یہ امر بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ مسیح و مہدی کوئی دو اشخاص نہیں ان سے مراد ایک ہی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ لوگ آنے والے مسیح کو کافر، ضال اور مضل کہیں گے اس لئے اس کو مہدی بھی کہہ دیا۔ یعنی ہدایت یافتہ۔ اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سارے جہان کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا (سبا ع۳) یعنی اے رسولؐ! ہم نے آپ کو ساری دنیا کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے اور جیسا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعثتُ الی الاسودِ والابیضِ والاحمرِ والاصفرِ یعنی میں سیاہ اور سفید اور سرخ اور زرد سب قوموں کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ اس لئے ضروری تھا کہ مسیح محمدیؐ مہدی بھی ہو یعنی مہدی ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کے اندرونی اختلافات کو دور کرے اور مسیح ہونے کی حیثیت سے بیرونی نزاعوں کا تصفیہ کرے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ؎

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود

و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر اور قرآن اور حدیث اور دیگر کتب انبیاء علیہم السلام سے تصدیق کرکے دنیا کو بتلایا کہ جس مسیح ابن مریم علیہ السلام کو تم نے ۱۹۰۰ سال سے آسمان پر زندہ بٹھایا ہوا ہے وہ تو ۱۲۰ برس کی عمر پاکر فوت ہو گیا اور کشمیر میں بمقام سرینگر محلہ خانیار دفن ہوا۔ ہاں ان کی روح باقی انبیاء علیہم السلام کی طرح ضرور آسمان پر ہے اور دوسرے آسمان پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ معراج کی رات دیکھا بھی ہے۔ اور جب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پاکر اور قرآن و حدیث اور کتب دیگر انبیاء و اولیاء علیہم السلام سے ثابت کرکے یہ بتایا کہ وہ آنے والا مسیح ابن مریم میں ہی ہوں (بھلا وہ مسیح ابن مریمؑ جو کہ اسرائیلی نبی تھے اُن کا اس اُمتِ محمدیہ میں کیا کام۔ وہ مسیح ابن مریم جو اس اُمت میں آنا مقدر تھا اس کا تو اسماعیلی سلسلہ سے مبعوث ہونا تھا اور یہ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اُمت میں سے ہونا ضروری تھا جو کہ قرآن و حدیث پر عمل کرنے والا ہو) تو دنیا سے عیسائیت کی بنیادیں اکھڑ گئیں۔ کیونکہ جب ان کا خدا ہی مارا گیا تو اس مذہب کا کیا باقی رہنا تھا۔ آپ نے بتایا کہ اے عیسائیو! تمہارا خدا مخلوق، کمزور اور عاجز ہے جو یہودیوں کے ہاتھوں دکھ اٹھاتا رہا اور ایک گھنٹہ میں گرفتار بھی ہو گیا اور اسے صلیب پر چڑھایا گیا۔ آؤ میں تمہیں اسلام کا خدا دکھاؤں جو اپنی تمام قدرتوں اور عظمتوں اور تقدسوں میں کامل ہے۔

اور مسلمانوں کے اندر بھی ایک زبردست طوفانِ مخالفت اٹھا لیکن چونکہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے ہاتھوں صلیب کا پاش پاش ہونا مقدر تھا اس لئے آہستہ آہستہ لوگوں پر اس عقیدہ کا پول کھل گیا اور آج وہ زمانہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس مسیح الزمانؑ کے ذریعہ حضرت سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے دنیا کے ہر گوشہ میں پائے جاتے ہیں بعض جگہ کم اور بعض جگہ زیادہ۔ اور وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ ساری دنیا کے لوگ اسی مذہب کے ہوں گے اور اسلام کا عالمگیر غلبہ مسیح موعود و مہدی معہودؑ کے ذریعہ اب مقدر ہو چکا ہے۔ عیسائیت جو کہ روئے زمین کے جن و انس کو اپنی آغوش میں لے رہی تھی اب دم توڑ چکی ہے اور اس کے ساتھ ہماری لڑائی افریقہ، یورپ، امریکہ اور ایشیا میں ہر جگہ ہو رہی ہے اور انشاء اللہ وہ دن آنے والا ہے جبکہ عیسائی دنیا ہتھیار ڈال کر مسیح موعود و مہدی معہودؑ کے ذریعے اسلام کے جھنڈے تلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امان اور شفاعت کے طلبگار ہوں گے۔

مسیح موعودؑ پادریوں کے عین غلبہ اور سطوت و شوکت کے وقت ظاہر ہوئے اور ایک تو وہ وقت تھا کہ پادری بازاروں میں چلا چلا کر کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا یا مسیح موعودؑ کی آمد سے خدا تعالیٰ نے اُن پر ایسا رعب ڈالا کہ اس طرف مُنہ نہیں کرسکتے۔ دنیا کا اکثر عقلمند اور بصیرت رکھنے والا طبقہ اب حیاتِ مسیح کے عقیدہ کو چھوڑ چکا

ہے اور بہت ہیں جو چھوڑ رہے ہیں اور عیسائی اب اس
مسئلہ پر احمدیوں سے بات کرنے کے لئے تیار نہیں
ہوتے اور مسلمانوں پر تو پہلے ہی قرآن مجید کی تیس ۳۰
آیات اور احادیث نبوی اور دیگر دلائل عقلیہ و نقلیہ
سے اتمام حجت ہو چکی ہے بلکہ ان کے لئے تو یہ شعر ہی
کافی ہے ؎

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہ جہاں ہمارا
(حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام
کے اس الہام ؎

چو دَورِ خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

یعنی جب مسیح السلطان کا دَور شروع کیا گیا تو مسلمانوں
کو جو صرف رسمی مسلمان تھے نئے سرے سے مسلمان بنانے
لگے' کے مطابق لاکھوں اپنے اس غلط عقیدہ کو چھوڑ کر
نئے سرے سے مسلمان بن رہے ہیں۔

حضرت امیر المومنین حافظ مرزا ناصر احمد
خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ (جو کہ حضرت
مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے موعود نافلہ
ہیں اور جن کی بشارت بائیبل اور حدیث اور دیگر
کتب سماوی میں بھی ہے) نے بذات خود یورپ اور
افریقہ کا دَورہ کر کے ان اقوام پر اتمام حجت کر دی
ہے اور انشاء اللہ اب فتح کے دن قریب سے قریب تر
ہو چکے ہیں۔

اب میں اس حدیث کے دوسرے حصہ یعنی
یقتل الخنزیر کی طرف آتا ہوں۔ اس زندہ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی بھی اس شان سے پوری
ہوئی کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ نے کشف
میں حضرت مسیح الزمانؑ کو دکھایا کہ ایک بہت لمبی تلوار
آپ کے ہاتھ میں ہے جس کا دستہ آپ کے ہاتھ میں
ہے اور اس کی نوک آسمان کو چھو رہی ہے اور اس
تلوار کو آپ شرق و غرب چلا رہے ہیں اور پاپیوں کو
نشٹ کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس زندہ خدا نے اپنے زندہ
رسولؐ کی یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھوں اس
شاندار انداز سے پوری کی کہ زمین نے بھی گواہی دی اور
آسمان نے بھی۔ بہت سے مخالفین آپؑ کے مقابل پر آئے
اور اللہ تعالیٰ کی قدیم سُنّت کے مطابق کاٹے گئے۔ بہت
سے خشک مولویوں نے آپؑ کے لئے کفر کے فتوے تیار کئے
اور بلادِ عربیہ میں بھی مخالفت کی آگ سُلگائی لیکن اللہ تعالیٰ
کی بے آواز لاٹھی نے اُن کو خاموش کر دیا۔ بہت نے مباہلے
کئے اور اپنے انجام کو پہنچے اور بہت نے ذلیل کرنے کا
ارادہ کیا لیکن خود ہی ذلیل و خوار ہوئے اور اللہ تعالیٰ
کے ہاتھوں سے لگایا ہوا احمدیت کا یہ پودا پھلتا پھولتا
ہی چلا گیا۔ اور اب تو خدا کے فضل اور محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس کی شاخیں دنیا کی
تمام ریاستوں سے نکلی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول الحاج حافظ حکیم
نور الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مرنا
تو سب نے ہی ہے لیکن لطف تو پھر ہے کہ مخالف

زندگی میں مرے۔

ذیل میں چند ایک مخالفین کے نام تحریر کئے جاتے ہیں جو کہ مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے مقابلہ پر آئے اور بیان کردہ حدیث کے مطابق مارے گئے یا سخت ذلیل ہوئے:۔

(۱) پنڈت لیکھرام پشاوری جو کہ سرور کائنات محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر زبان درازی کرتا تھا جب مباہلہ کے لئے مسیح موعودؑ کے سامنے آیا تو بدقسمت خود مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کے مطابق غیبی چھری سے مرا اور کوئی نسل اس کی دنیا میں نہ رہی۔

(۲) عبدالحق غزنوی نے مباہلہ کر کے اپنی بددعاؤں سے مسیح موعودؑ کا استیصال چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کی نصرت فرمائی اور مباہلہ کے بعد ہر پہلو سے آپ کو ترقی دی کئی لاکھ انسان تابع ہو گئے۔ کئی لاکھ روپیہ آیا۔ تقریباً تمام دنیا میں عزت کے ساتھ شہرت ہوئی یہانتک کہ غیر ملکوں کے لوگ آپؑ کی جماعت میں داخل ہوئے اور کئی لڑکے پیدا ہوئے مگر عبدالحق منقطع النسل رہا جو مرنے کے حکم میں ہے اور اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ کا پورا مصداق ہو گیا۔

(۳) پھر غلام دستگیر اٹھا اور اُس کو شوق ہوا کہ محمد طاہر کی طرح آپؑ پر دعا کر کے قوم میں نام حاصل کرے۔ جس طرح محمد طاہر نے ایک جھوٹے مسیح اور جھوٹے مہدی پر بددعا کی تھی اور وہ ہلاک ہو گیا تھا اسی طرح اپنی بددعا سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہلاک کرے۔ مگر اس بددعا کے بعد وہ آپ ہی ایسا جلد ہلاک ہو گیا جس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔

(۴) مولوی محمد حسن بھیں والے نے مسیح موعودؑ کی کتاب اعجاز المسیح کے حاشیہ پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین لکھ کر گویا مباہلہ کیا لیکن خود ہی ہلاک ہو گیا۔

(۵) پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے اپنی کتاب چشتیائی میں آپؑ کو چور کہا اور عدالت میں کرم دین کے مقدمہ میں خود محمد حسن بھیں کے نوٹوں کا چور ثابت ہوا۔

(۶) اسی طرح مولوی محمد حسین بٹالوی آپؑ کے مقابلہ میں آ کر سخت ذلیل ہوا۔ اس نے کہا تھا کہ "میں نے ہی اس شخص کو اونچا کیا اور پھر میں ہی گراؤں گا" جس میں وہ ناکام رہا۔ اس نے کہا تھا کہ مسیح موعودؑ کو ایک صیغہ بھی عربی کا نہیں آتا لیکن جب بیس کے قریب نظم و نثر میں عربی کتب آپؑ نے لکھیں اور اس کو لکھنے کی دعوت دی گئی تو ایک کتاب بھی عربی میں مقابلے پر نہ لکھ سکا۔ مسیح موعود علیہ السلام نے زانو بزانو بیٹھ کر قرآن شریف کی عربی تفسیر لکھنے کا چیلنج کیا لیکن وہ مقابلہ سے عاجز رہا اور ساری عمر کی شکست کھاتا رہا۔ اسکی وفات

کے بعد اس کی اولاد انجمن سے پلتی رہی۔

(۷) ڈپٹی عبداللہ آتھم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر زبان درازی کی اور جب مسیح موعودؑ نے اسکے تباہ ہونے کی پیشگوئی کی تو اس نے ستر آدمیوں کے سامنے رجوع کیا اور پندرہ ماہ تک روتا رہا اور بالآخر مر گیا۔

(۸) امریکہ کا لاٹ پادری ڈوئی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور مسیح موعود علیہ السلام پر طنز کی تھی اور آپؑ کے مٹنے کی پیشگوئی کی۔ وہ خدا تعالےٰ کی گرفت میں ایسا آیا کہ بڑا ہی ذلیل ہو کر فالج سے مرا اور اس کا نام و نشان خود مٹ گیا۔ وہ اپنی دعا سے تمام مسلمانوں کو ہلاک کرنا چاہتا تھا سو وہ مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر ہلاک ہوا اور اس کے ساتھ جو ایک لاکھ کے قریب مالدار آدمی تھے وہ اس کی کچھ مدد نہ کر سکے اور اس کی شہرت اور جاہ و جلال کچھ بھی کام نہ آیا۔

(۹) آتما رام ایکسٹرا اسسٹنٹ جس نے کرم دین کے مقدمہ میں سماعت کی اور حضورؑ کو سزا دینے کی آمادگی کا اظہار کیا ۲۵ دن کے عرصہ میں اس کے دو بیٹے مر گئے اور وہ سزائے قید نہ دے سکا صرف جرمانہ کیا جو ڈویژنل جج کی عدالت سے معاف ہو گیا۔

(۱۰) مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد کے متعلق مسیح موعود علیہ السلام نے پیشگوئی کی تھی۔ احمد بیگ پیشگوئی کے مطابق مرا۔ اس کے داماد کی نسبت پیشگوئی شرطی تھی اور داماد اور بقیہ خاندان کے رجوع اور توبہ و استغفار سے الٰہی سنت کے مطابق اُن سے بلا ٹل گئی اور سربراہ خاندان محمود بیگ نے بیعت کر لی۔

(۱۱) بابو الٰہی بخش اکونٹنٹ مسیح موعودؑ کے ارادتمندوں میں تھا بعد میں اُسے یہ زعم ہوا کہ اُسے الہامات ہوتے ہیں اُس نے موسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا اور حضورؑ کے خلاف کتاب "عصائے موسیٰ" لکھی۔ اس نے حضور علیہ السلام کی موت کی پیشگوئی کی لیکن خود ہی حضورؑ کی پیشگوئی کے مطابق طاعون سے مر گیا۔

(۱۲) امداد علی مصنف دُرہ محمدی نے اپنی کتاب میں حضورؑ کے خلاف بد دعائیں کیں اور دوسرا حصہ کتاب کا شائع ہونے سے پہلے طاعون سے ہلاک ہو گیا۔

(۱۳) چراغدین جمونی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت سے تھا۔ بعد میں شیطانی الہامات سے ٹھوکر کھائی۔ اور مسیح موعود علیہ السلام کا نام لیکر مباہلہ شائع کر دیا اور ۴ اپریل ۱۹۰۶ء کو اپنے دونوں لڑکوں کے ساتھ حضورؑ کی پیشگوئی کے مطابق طاعون سے ہلاک ہو گیا۔

(۱۴) پنڈت دیانند بانی آریہ سماج مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق نشٹ ہوا۔

(۱۵) ایک رسل بابا امرتسری مقابل پر آیا اور الہام

یموت قبل یوحی ھذا کے مطابق طاعون سے مرا۔

(۱۶) مولوی رشید احمد گنگوہی سخت مخالف تھا۔ اس نے بد دعا کی اور خود اندھا ہو کر سانپ کے کاٹنے سے ہلاک ہوا۔

(۱۷) مرزا سردار بیگ سیالکوٹی سخت مخالف تھا طاعون سے ہلاک ہوا۔

(۱۸) حافظ سلطان سیالکوٹی طاعون سے ہلاک ہوا۔

(۱۹) سعد اللہ لدھیانوی سخت بدزبان تھا وہ مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کے مطابق ابتر ہو کر مر گیا۔

(۲۰) قادیان کے آریوں کے اخبار شبھ چنتک کے ایڈیٹر اور منتظم سومراج، اچھر چند اور بھگت رام بدزبانی کی سزا میں طاعون سے فنا ہوئے۔

(۲۱) عبد الرحمن محی الدین لکھو کے والے جس نے مسیح موعودؑ کو فرعون لکھا اور حکیم نور الدینؓ کو ہامان خود طاعون سے ہلاک ہوا۔

(۲۲) عبد القادر ساکن طالب پور پنڈوری گورداسپور سخت مخالف تھا ایک طرفہ مباہلہ کر کے چند دنوں میں ہلاک ہو گیا۔

(۲۳) فقیر مرزا دوالمیالی مدعیٔ الہام تھا اس نے حضرت مسیح و مہدیؑ کے متعلق پیشگوئی کی تھی کہ آپ ۲۷ رمضان ۱۳۲۱ھ تک وفات پا جائیں گے۔ ایک سال بعد وہ خود اسی ماہ رمضان میں طاعون سے ہلاک ہوا۔

(۲۴) اسی طرح انجام آتھم میں مباہلہ کیلئے بلائے گئے لوگوں میں سے سوائے ان کے جنہوں نے رجوع کر لیا اور توبہ اور استغفار کی سب مر گئے۔

اس کے بعد کی بھی بے شمار مثالیں ہیں۔

اب بھی بعض ناعاقبت اندیش حد سے بڑھ کر اس الٰہی سلسلہ کو بھسم کرنے کی تگ و دو کر رہے ہیں اور اپنے آباؤ اجداد کی طرح مختلف ممالک اسلامیہ سے فتوے منگوا رہے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کی لاٹھی بے آواز ہے اور مسیح موعودؑ سے لڑنا خود خدا سے لڑنے کے مترادف ہے۔ جیسا کہ آپؑ نے ایک عربی شعر میں فرمایا کہ "جو شخص مجھ سے بھاگا وہ خدا سے بھاگا۔ میں سلامتی کی راہ اور رسیدھی راہ ہوں"۔

ایک حدیث شریف میں آتا ہے مَن مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتة الجاھلیة۔ یعنی جس نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کیا وہ جاہلیت کی موت مر گیا اور صراطِ مستقیم سے بے نصیب رہا۔ پس کس قدر ضروری ہے کہ امام آخر الزمان کو مانا جائے اللہ تعالیٰ ان کو جلد پہچاننے کی توفیق دے کیونکہ دنیا کے مستقبل کا فیصلہ اب احمدیت کے ہاتھوں ہی سے مقدر ہے ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے
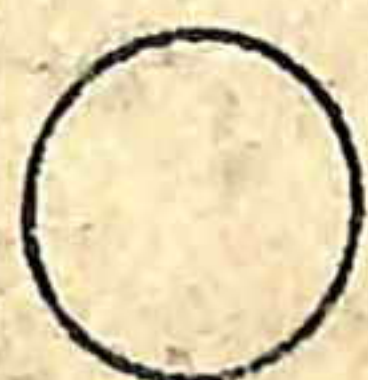
جناب پروفیسر ڈاکٹر سید سلطان محمود صاحب شاہد
صدر شعبہ کیمیا، ٹی - آئی کالج، ربوہ

سائنسی علوم اور احمدی نوجوان

ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں کئی ایک چیزیں اور کئی ایک واقعات اپنے گردوپیش رونما ہوتے دیکھتے ہیں جو اس خمسہ کے ذریعہ مجتمع کئے ہوتے ہیں واقعات وحالات "علم" کہلاتے ہیں۔ اور پھر جب انہی واقعات وحالات کی صحت اور وجوہات کو تجربات کی کسوٹی پر پرکھ لیا جائے تو اس حصۂ علم کو "سائنس" کہتے ہیں۔ چنانچہ

کیمسٹری یعنی جو حصۂ علم مادہ کی ساخت پرداخت اور اس کے خواص سے تعلق رکھتا ہے۔

فزکس۔ جو حصۂ علم مادہ کے طبعی خواص مثلاً گرمی، روشنی، آواز اور بجلی وغیرہ کے بارے میں ہے۔

بائیولوجی۔ جو زندہ اشیاء کے متعلق ہے۔

اسٹرانومی۔ جو کرۂ ارض سے باہر کی دنیا مثلاً سورج، چاند اور ستاروں سے متعلق ہے۔

جیالوجی۔ جو حصۂ علم زمین کی ساخت سے تعلق رکھتا ہے۔ وغیرہ سب علوم سائنس کی ہی قسمیں ہیں۔

مندرجہ بالا تعریف کی رُو سے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے علومِ سائنس کی طرف مسلمانوں کی توجہ خاص طور پر مبذول کرائی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا اُنْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ اے مسلمانو! غور کرو، مشاہدہ کرو جو کچھ کہ تمہارے رب نے تمہارے لئے آسمانوں اور زمین میں پیدا کر رکھا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی جگہ پر فرمایا کہ جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اس پر غور کرو اور سوچو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کو بار بار اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ غور کریں، مشاہدہ کریں اور تجربات کریں کہ اس کائنات میں کیا کیا راز پوشیدہ ہیں ـــــ یہ کائنات خدا کا فعل ہے اس لئے اس پر جتنا بھی غور کیا جائے اتنا ہی انسان اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اسکی صفات کا قائل ہوتا چلا جائے گا۔

اسلام سے پہلے بھی جو انبیاء آئے انہوں نے بھی اس مادی دنیا کو بطور خدا کا فعل کے ہی پیش کیا۔ لیکن اس کے باوجود کہ انبیاء نے خدا تعالیٰ کی صفات کو پرکھنے اور پہچاننے کے لئے علومِ سائنس کو بھی ایک ضروری ذریعہ قرار دیا۔ میرے لئے یہ بات انتہائی پریشان کن ہے کہ کئی

مواقع پر مذاہب کے ماننے والوں اور سائنسدانوں
کے درمیان چپقلش رہی۔ چنانچہ کوپرنیکس
(Copernicus) کو اپنی زندگی سے اس لئے
بے وقت ہاتھ دھونا پڑا کہ اس نے یہ کیوں کہا کہ
زمین سورج کے گرد گھومتی ہے اور گلیلیو (Galileo)
کو توبہ کر کے اقرار کرنا پڑا کہ وہ کوپرنیکس کے اس
نظریہ پر قائم نہیں رہا۔ اسی طرح خلافت عباسیہ
کے دور میں جب یونانِ قدیم کی علمی کتابوں کا عربی میں
ترجمہ ہوا، علم و حکمت کی بنیادیں پڑیں اور سائنس نے
پھر آگے بڑھنا شروع کیا۔ تو جن لوگوں نے ان علوم
کی روشنی میں مروجہ روش سے ہٹ کر کوئی بات
کہہ دی انہیں ملحد اور گمراہ تصور کیا گیا۔

اِس موقعہ پر میں یہ بتانا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ
بعض اوقات خود سائنسدانوں سے بھی غلطیاں ہو جاتی
ہیں اور جن باتوں کا وہ مشاہدہ یا تجربہ کرتے ہیں۔ اس
میں ان کو غلطی بھی لگ سکتی ہے یا ان مشاہدات اور
تجربات سے وہ غلط استنباط بھی کر سکتے ہیں اور
اس طرح وہ انبیاء کی لائی ہوئی حکمت و دانش کی باتوں
کے خلاف بھی چلنے لگتے ہیں۔ ایسے مواقع پر یہ اور
بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ ان دونوں پہلوؤں کو
آپس میں مطابقت دینے کی کوشش کی جائے اور
سائنس کی تحقیق میں اور بھی مشغولیت دکھائی جائے۔
کیونکہ کائنات کی تحقیق یعنی سائنس خدا کا فعل ہے
اور انبیاء کی لائی ہوئی باتیں خدا کا قول ہیں اور ان
میں تضاد ممکن نہیں۔ مثلاً گزشتہ صدیوں سے ارتقاء
کے بارے میں چارلس ڈارون نے جو تھیوری پیش
کر رکھی ہے وہ اب آہستہ آہستہ اور طرز اختیار
کر رہی ہے اور اُس نظریہ کے قریب تر ہوتی جا رہی
ہے جسے اسلام نے پیش کر رکھا ہے۔ یعنی یہ خیال کہ
انسان کی بتدریج ترقی میں موجودہ انسان ایک اور
درمیانی کڑی سے پہلے بندروں میں سے تھا مفقود
ہو رہا ہے اور اس کی جگہ پر وہ قرآنی نظریہ اپنایا جا رہا
ہے کہ انسان کی بتدریج ترقی کی راہیں بالکل الگ تھلگ
تھیں، گو وہ دوسری مخلوقات سے ایک حد تک مشابہ
تھیں۔ اس کی تائید میں نباتات کے ارتقاء میں کچھ
پودے ایسے ملے ہیں جن کی ابتدائی حالتیں بعض دوسرے
پودوں سے مشابہ تو ضرور ہیں مگر ان کی ابتدائی نشوونما
بالکل الگ تھلگ ہوئی ہے۔ پھر ڈارون نے انسانی
زندگی کو جس وقت سے مانا ہے اس سے بہت پہلے بھی
انسان کے آثار پائے گئے ہیں۔

تو اس طرح جو نظریہ سائنس کے ذریعہ پیش
کیا جاتا ہے گو وہ عام طور پر صحیح ہی ہوتا ہے کیونکہ اس
کی بنیاد تجربات اور مشاہدات پر ہوتی ہے لیکن یہ بھی
ہو سکتا ہے کہ وہ غلط بھی ہو۔ کیونکہ انسان کو مشاہدہ
کرتے وقت یا تجربات کرتے وقت غلطی بھی لگ سکتی
ہے یا ان مشاہدات اور تجربات سے نتیجہ بھی غلط اخذ
کیا جا سکتا ہے اور اس طرح خدا کے فعل اور قول
میں کوئی تضاد معلوم ہونے لگے ——— اس موقعہ
پر یہ عرض کرنا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ بعض اوقات
مذہب کی طرف بھی غلط طور پر کوئی نظریہ منسوب

ہونے لگتا ہے جو مذہب کا حصّہ نہ ہونے کی وجہ سے خدا کا قول نہیں ہوتا۔ مگر انسانوں نے اپنی نادانی کی وجہ سے اسے مذہب کا حصّہ سمجھ کر یا خدا کا قول جان کر سائنس کے نظریہ کے خلاف سمجھ لیتے ہیں جیسے کہ ایک دفعہ رسالہ "خدام الدین" جو لاہور سے انجمن خدام الدین کی طرف سے نکلتا ہے، میں لکھا تھا کہ جب انسان کو جمائی آتی ہے اور اس کا منہ کھلتا ہے تو شیطان انسان کے منہ میں پیشاب کر دیتا ہے اس لئے اس وقت منہ پر ہاتھ رکھ لینا چاہیئے ایسے وقت میں منہ پر ہاتھ رکھ لینا تو انتہائی ضروری ہے مگر اس کی اہمیت بالکل غلط انداز میں پیش کی گئی ہے۔

تو اس قسم کے حالات میں اور پھر خصوصاً موجودہ زمانہ میں جب کہ ہر قسم کی آسانیوں کے باعث علم عام ہونے لگا ہے۔ اور سائنسی علوم نے نہ صرف پرانے نظریات بلکہ معاشرت کو بھی بدل کر رکھ دیا ہے۔ احمدی نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ سائنسی علوم کو حاصل کرنے کی کوشش کریں اور ساتھ ہی ساتھ قرآن مجید کا گہرا مطالعہ بھی کرتے جائیں کیونکہ قرآن مجید کا مطالعہ نہ صرف ناقابل عمل اور ناقابل قبول سائنسی نظریات کو حل کرنے میں مدد دے گا بلکہ بعض نئے نظریات پیدا کرنے میں بھی ممد ہوگا جو سائنسی یعنی خدا کے فعل اور مذہب یعنی خدا کے قول میں یگانگت پیدا کرنے کا موجب ہونگے اور اس طرح احمدی نوجوان دنیا پر یہ ظاہر کر سکتے ہیں کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو سب علوم کو اپنی گود میں لے لیتا ہے +

عاصم صحرائی
ایم ۔ اے نفسیات گورنمنٹ کالج لاہور

(قسط دوم)

پرورش کا فن

سماجی حصانت سے ظہور کو "رنج و الم" کی نشوونما سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے ۔ بالفاظ دیگر یہ ایک "ہیجانی بے اطمینانی" کی حالت ہوتی ہے ۔ اس دوران انسان قریباً متلوّن مزاج بن جاتا ہے ۔ شرم و جھجک، پریشانی، افسردگی، سرکشی اور احساس کشیدگی میں بتدریج اضافہ ہوتا جاتا ہے ۔ گاہے گاہے عضویاتی تبدیلیاں بھی آجاتی ہیں ۔ مثلاً سر درد کی شکایت، بھوک کا ختم ہو جانا یا بڑھ جانا، معدے کی خرابی، نیند کے طریق کار میں تبدیلی ۔ بہر کیف یہ تبدیلی کسی قسم کی بھی کیوں نہ ہو اس کی بڑی اور بنیادی وجہ "ہیجانی کیفیت" ہے ۔ جسے اضطراب (ANXIETY) کا نام دیا جاتا ہے ۔

اضطراب "ایک عام جوابی فعل" ہے جو ہر نئی اور غیر متوقع حالت میں پیدا ہوتا ہے ۔ یہ ایک قسم کا احساسِ کشیدگی (SENSE OF TENSION) ہے جس کے ساتھ عموماً خوف کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے ۔ اضطراب کے ساتھ عضویاتی تبدیلیاں بھی واقع ہوتی ہیں جو جسم کو اس نئی اور غیر متوقع حالت سے دوچار ہونے کے قابل بناتی ہیں ۔ عضویاتی تبدیلیوں میں دل کی دھڑکن کا تیز ہو جانا، سانس کا پھول جانا، پسینہ آجانا، پٹھوں کا تھرکنا اور ہاتھوں کا کانپنا شامل ہے ۔

شہد کی مکھی کے برعکس نوجوان جب سماجی حصانت سے باہر نکلتا ہے، وہ نہ صرف عارضی طور پر کمزور اور غیر تجربہ کار ہوتا ہے بلکہ مضطرب بھی ہوتا ہے ۔ وہ ایک ہی وقت اپنے ماضی پر بھی غور کرتا ہے اور ساتھ ہی اپنے اندر بھی جھانکتا ہے ۔ ایک لحاظ سے "سماجی حصانت سے ظہور" کو "منحوس آغاز" (WASPICIOUS START) بھی کہا جاتا ہے اور یہ کوئی حیران کن بات بھی نہیں ۔ کیونکہ "ظہور" کے لئے کم و بیش دو تین سال یا اس سے زائد عرصہ درکار ہوتا ہے ۔ اس عرصہ میں نوجوان بڑی مشکل سے اپنے ظہور پر گرفت کرتا ہے ۔ اکثر و بیشتر لوگ اس عرصے میں بھی ناکام ہو جاتے ہیں ۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے اور اپنے گرد و پیش کے بارے میں مکمل واقفیت حاصل کرنے میں ناکام رہ جاتے ہیں ۔۔ انسان جوانی کے دوران، اپنے گزرے ہوئے ایام پر زیادہ انحصار کرتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری توجہ فوراً سماجی حصانت پر چلی جاتی ہے ۔ چنانچہ ہمیں فرد کے ان دنوں کا بنظر غائر مطالعہ کرنا پڑتا ہے جو کسی سماجی اثر کے تحت گزرے تھے ۔

آئیے دیکھیں کہ سماجی حصانت کے عناصرِ ترکیبی کیا ہیں؟ سماجی حصانت میں سب سے پہلے والدین آتے ہیں اور بعد ازاں معاشرہ۔ وہ لوگ جن کے زیر اثر نوجوان اپنا بچپن گزار کے جوانی کی حدود میں داخل ہوتا ہے اُن کے رویّے، عقائد، کامیابیاں اور ناکامیاں، نوجوان کی شخصیت کی تشکیل میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی وہ مواد ہے جس سے وہ اپنے مستقبل کے بارے میں اصول وضوابط مرتب کرتا ہے۔ ہم میں سے قریباً ہر ایک شخص جانتا ہے کہ اس کے ماں باپ کون ہیں لیکن ہم میں سے اکثر اُن کے مقاصدِ زندگی سے واقف نہیں۔ اُن کی پوشیدہ خواہشات اور تمنائیں، اُن کے شکوک وشبہات، خوف اور احساسِ جرم کا مشاہدہ تو کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔ والدین اپنے بچوں کو بھی اسی روش پر رواں دیکھنا چاہتے ہیں جس پر کہ وہ خود چلتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ وہ بچوں کی تربیت اسی رنگ میں کرتے ہیں۔ اِس قسم کے والدین کو "مثالی والدین" (IDEALIZED PARENTS) کہا جاتا ہے۔

بالفاظِ دیگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ بچوں کی پرورش اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ اپنے والدین کے اس مشن کی تکمیل میں ممد ثابت ہوں، جسے وہ خود کسی وجہ سے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکے۔

بچے کو اپنے سانچے میں ڈھالنے کی یہ والدین کی کوشش سماجی حصانت میں خاص اہمیت کی حامل ہے۔

اگر بچہ خود کو پہچان لے تو وہ اپنے والدین کے بارے میں بھی کافی کچھ جان سکتا ہے نیز خود کو اُن کے اثر سے آزاد بھی کرا سکتا ہے۔

"یہ آزادی" کا مسئلہ کافی نازک بھی ہے اور پیچیدہ بھی۔ یہ آزادی بسا اوقات حد سے تجاوز بھی کر سکتی ہے۔ والدین سے آزادی حاصل کرنے کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ بچہ جسمانی طور پر اپنے والدین سے علیحدہ ہو جائے اور اپنے لئے کسی نئی جگہ کی تلاش کرے یا والدین سے بالکل جذباتی طور پر قطع تعلق کرلے یا ان کی تمام باتوں کو حقیر جانتے ہوئے انہیں مسترد کردے۔ بلکہ اپنے والدین سے خود کو علیحدہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کی شناخت کرے۔ اس بات کا جائزہ لے کہ وہ بحیثیتِ انسان کیسے ہیں اور لوگ ان کے بارے میں کیا خیال کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ ان کی شخصیت میں سے اس عنصر کو علیحدہ کرلے جسے وہ مایوسی کی حالت میں اپنے بچوں میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ جونہی بچہ خود کو اس عنصر سے علیحدہ کرلے گا وہ اپنے والدین کے لئے ایک نئی قسم کی محبت محسوس کریگا جس میں بیک وقت گرمجوشی کے احساسات بھی ہونگے اور آزادی کے تحسسات بھی۔ تاہم یہ کام اتنا سہل بھی نہیں۔ اس کے لئے تو خاصی محنت اور ایک طویل مدّت درکار ہے۔

مثالی والدین کے تمثال (IMAGE) سے خود کو آزاد کرانا "عالی ظرفی" ہے جس کے بارے میں کسی قسم کے شک کی مطلقاً گنجائش نہیں۔ تاہم اس

آزادی کا معاصر دنیا پر اطلاق" ضرور غور طلب ہے
آج کے والدین جب "نوجوان" تھے۔ اس وقت جو
شے مثالی تھی ممکن ہے آج کا نوجوان اسے محض بوجھ یا
بیکار شے خیال کرے۔ بالفاظِ دیگر مثالیت کا تصوّر
ہر دَور میں بلکہ نسلاً بعد نسلٍ بدلتا رہتا ہے۔ اس تبدیلی
کے لئے تو ایک تاریخی جائزے کی ضرورت ہے۔ کچھ
لوگ "عہدِ وکٹوریہ" کو "سنہری دَور" کہتے ہیں عین
ممکن ہے کہ آج کا نوجوان موجودہ دَور کو ہر لحاظ سے
بہتر وارفع خیال کرتا ہو کیونکہ اس دَور میں ہر قسم کے
سائنسی ترقی اپنے عروج پر ہے۔ یہ تبدیلیاں تو ہر دَور
میں ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ تاہم یہ تبدیلیاں
"جزوی" ہیں، کلی نہیں۔ موجودہ حالت میں تدریجی تغیر
تو ممکن ہے لیکن "ہیئت" کا بدلنا ممکن نہیں۔ چنانچہ
ہم یہ مفروضہ قائم کر سکتے ہیں کہ جو شے دادا کے لئے
بہتر تھی وہ باپ کے لئے بھی بہتر ہے اور بیٹے کیلئے
بھی بہتر ہوگی۔ بالفاظِ دیگر گو دنیا لحظہ بہ لحظہ بدل رہی
ہے لیکن اس کی تبدیلی اور تغیّر میں بھی ایک خاص نظم
ہے۔ اس "نظم" کے بارے میں پیشین گوئی کی جا سکتی
ہے کیونکہ اس کا "بہاؤ" "سمتِ واحد" کی طرف
ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر بچوں کی دیکھ بھال
کے لئے ماہرین (EXPERTS) کی ضرورت کیوں
درپیش ہے؟ کیا والدین اپنے بچوں کی تربیت
کے لئے کافی نہیں؟

یہ درست ہے کہ زمانہ قدیم میں ہر ایک ماں
اپنے بچوں کی تربیت کے بارے میں خوب جانتی تھی۔
اسے بخوبی علم تھا کہ وہ اپنے بچوں کی عمدہ پرورش
کیسے کر سکتی ہے اور یہ طریقہ اس نے اپنی ماں سے
سیکھا تھا۔ جہاں تک موجودہ دَور کا تعلق ہے حالات
بالکل بدل گئے ہیں، معاشرہ روز بروز پیچیدہ ہوتا
جا رہا ہے، نت نئے مسائل جنم لے رہے ہیں اور بیشتر
مائیں یہ محسوس کرتی ہیں کہ وہ پرانے اصولوں اور طریقوں
سے اپنے بچوں کی صحیح پرورش اور تربیت نہیں کر سکتیں۔
یہی وجہ ہے کہ انہیں ماہرین کی ضرورت درپیش ہے۔

متعدد والدین بچوں کی تربیت کے سلسلے میں
اپنی بے یقینی اور عدم تحفظ کا اظہار کر چکے ہیں۔ غالباً
اس سے قبل کبھی ایسا نہیں ہوا۔

آج آپ ہر قسم کے ماہرین کی خدمات سے
مستفیض ہو رہے ہیں۔ مثلاً پیشہ ور ماہرین، انتظامی
مشیر، خرید و فروخت کے مشیر، صنعتی نفسیات دان،
ماہرینِ تجزیۂ نفسی، نفسیاتی معالج، بچوں کے معالج،
تعلیمی مشیر، مذہبی مشیر، مشیرانِ تعلقاتِ عامہ وغیرہ۔

متعدد افراد اس "بے یقینی" کے خلاف آواز
بلند کر چکے ہیں۔ بقیہ افراد اس سلسلے میں ابھی تک خاموش
ہیں۔ تاہم ان کی یہ خاموشی بھی "معنی خیز" ہے۔ شاید وہ
ابھی تک یہ سمجھنے میں قاصر ہیں کہ موجودہ دنیا کافی حد تک
بدل چکی ہے اور ہنوز تیزی سے بدل رہی ہے۔ انہیں
موجودہ دنیا "بیمار سی" نظر آتی ہے۔ ان کی نظر میں دنیا
کافی حد تک "بگڑ" چکی ہے۔ لیکن جہاں تک نئی نسل
کا تعلق ہے یہی دنیا انہیں "نارمل" معلوم ہوتی ہے۔

قدیم رومن لوگوں کو اس بات کا مکمل یقین تھا کہ نئی نسل تیزی سے تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے لیکن اِس دَور میں "نئی اور پرانی نسل" کے درمیان اتنا تفاوت نہیں تھا جتنا کہ آج ہے۔ آج تو "نئی اور پرانی نسل" کے درمیان اختلافات کی ایک وسیع خلیج حائل ہو چکی ہے۔ یہ "خلیج" اپنی "جسامت" "اہمیت" کے لحاظ سے گزشتہ ادوار سے کہیں زیادہ وسیع و عریض ہے۔

متعدد "متوسط خاندانوں کا خیال ہے کہ یہ خلیج اُس وقت تک پاٹنی مشکل ہے جب تک کہ والدین اور اُن کی اولاد کے درمیان کوئی مؤثر سلسلہ مواصلات EFECTIVE CHANNALS OF COMM-UNICATION قائم نہیں کیا جاتا۔ موجودہ اور پرانی نسل کی مثال ایسی ہی ہے جیسے دو مختلف نسلیں ہوں، جن کی زبانیں بھی مختلف ہوں اور احساسی مفروضات بھی۔ اگر ان کے درمیان "بُعد" کی یہی کیفیت رہی تو اختلافات اس قدر وسیع ہو جائیں کہ والدین کے لئے یہ بات قطعی ناممکن ہو جائے گی کہ وہ اپنی اولاد کی "نفسیاتی نشو و نما" میں کوئی مدد کر سکیں۔ چنانچہ یہ مفروضہ کہ جو دادا کے لئے درست تھا، باپ کے لئے بھی درست ہے اور بیٹے کے لئے بھی، کلیۃً غلط ہو جائے گا۔

اس سے قبل "متوسط خاندان" کے بچوں کا ذکر ہو رہا تھا لیکن بیشتر بچے ایسے ہیں جو اس فہرست میں نہیں آتے۔ کیونکہ کچھ بچے غیر ترقی یافتہ علاقوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ کئی بچوں کے والدین ان کی پیدائش کے فوراً یا کچھ دیر بعد مر جاتے ہیں۔ چند ایک خانگی جھگڑوں اور تفرقات کی "بھینٹ" چڑھ جاتے ہیں۔ کچھ والدین "شادی کے معیار" پر پورے نہیں اُترتے۔ یہ سب استثنائی صورتیں ہیں جنہیں فی الحال نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اِس وقت ذکر ایسے والدین کا ہو رہا ہے جو اپنے بچوں کی خود پرورش کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کے اور ان کے بچوں کے درمیان ایک خلیج حائل رہتی ہے۔

(باقی)

المدد! وقتِ مدد ہے میرے اللہ المدد!!

(نتیجۂ فکر جناب حکیم سیّد عبد الہادی صاحب ہادیؔ)

اے خدا اب مٹ رہی ہے آج میری آبرو　　دشمنوں پر فتح دے کر کر دے مجھ کو سرخرو
کب جہاں میں پھیلے گی اسلام کی ہر سمت بُو　　یا الٰہی تو ہی کر دے میری پوری آرزو

کب پھلے پھولیگی یارب میری کشتِ آرزو
کب بھلے دن آئینگے کب خشک سالی جائیگی

دشمنوں کے دست و بازو اے خدا ہو جائیں شل　　گلشنِ اسلام پر تیرا سایہ رہے اے عزّ وجل
دشمنوں کا وار ہر سُو چل رہا ہے آج کل　　آ گئی اسلام پر کیوں یہ بَلائے بے محل

یہ بَلائے ناگہاں اب اے خدائے لم یزل
تو ہی ٹالے تو ٹلے مجھ سے نہ ٹالی جائے گی

دشمنانِ دین صدہا عہد و پیماں مے کند　　باز ایں اسلام را از بیخ ویراں مے کند
کیا کہوں حالت میں اپنی تجھ سے اے ذاتِ الصمد　　دست بستہ ملتجی ہیں تیرے بندے اے احد

المدد! وقتِ مدد ہے میرے اللہ المدد!!
میرے مولا کب مری افسردہ حالی جائے گی

کون ہے تیرے سوا جس کی کروں میں جستجو　　جلوہ تیرا ہر جگہ ظاہر ہے میرے روبرو
جب مصیبت کی گھٹا چھا جاتی ہے سر پر مرے　　ڈھارس دیتی ہے مجھے جب پڑھتا ہوں لاتقنطوا
پھر وہی رحمت کی چادر ہو نمایاں ہر جگہ　　تیرے بندے کہہ اُٹھیں لا اِلٰہَ اِلّا ھُو

پھر وہی طاقت خدا کی گر تجھے ہادیؔ ملے

ایک ساعت میں تری پژمردہ حالی جائے گی

محترم لئیق احمد صاحب طاہر
مہتمم اصلاح و ارشاد

آؤ مل کے تبلیغ کریں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اُمّتِ مسلمہ کو یہ تلقین فرمائی تھی کہ تمہارے درمیان ہمیشہ ایک گروہ اور ایک جماعت ایسی ضرور موجود رہنی چاہیئے جس کا کام دعوت الی الخیر، امر معروف اور نہی عن المنکر ہو۔ ایسی جماعتوں کا اہتمام گزشتہ صدیوں میں مجددینِ اسلام فرماتے رہے ہیں۔ جن کے ذریعہ جہاں اسلام غیر اقوام میں فروغ پاتا رہا وہاں ساتھ ساتھ اصلاحِ نفس بھی ہوتی رہی۔

یہ خدا تعالیٰ کی تقدیر ہی تھی جسکی وجہ سے مجدد زمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی جماعت کی بنا رکھی جس کا کام بھی اپنے امام اور بانی علیہ السلام کی طرح احیاءِ دینِ متین اور اقامتِ شریعتِ اسلامیہ قرار پایا۔

ہماری یہ خوش بختی اور خوش نصیبی ہے کہ ہم نے اس موعود نبی کو مانا جسکی بشارت قرآن مجید، احادیثِ نبویہ اور پرانی الہامی کتب میں دی گئی تھی۔ اس برگزیدہ مسیح زماں اور مہدی مسعودؑ کی انتظار کرتے کرتے لاکھوں کروڑوں انسان گزر گئے اور جو زندہ رہے ان میں سے المومنون الاوّلون ہونے کی سعادت ہمیں حاصل ہوئی۔ یہ ایک جلیل القدر نعمت ہے اور کسی احمدی کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اس پر اپنے باری کا شکریہ ادا کر سکے۔

لیکن ایک فرض ہم پر ضرور عائد ہوتا ہے جس کی ادائیگی ایک ایک احمدی پر لازم ہے۔ وہ یہ کہ آج پاکستان اور بیرونِ پاکستان میں کروڑوں انسان ابھی ایسے ہیں جنہیں مسیح موعودؑ کی آمد کی خوشخبری تفصیلاً نہیں سُنائی گئی۔ کیا وہ شخص جس کے پاس آبِ حیات ہو اپنے ماحول میں رہنے والے کروڑوں انسانوں کو اس سے محروم رکھ سکتا ہے؟ کیا وہ شخص جس کے پاس روشن آفتاب ہو جسکے نور سے سارے عالم کی ظلمات دُور ہو سکتے ہوں اپنے گھر میں چھپائے رکھ سکتا ہے؟ نہیں نہیں۔ اسلام ہمیں بخل کی تعلیم نہیں دیتا۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم شہر شہر، قصبہ قصبہ، گاؤں گاؤں، گلی گلی اور گھر گھر میں دیوانوں کی طرح منادی کریں کہ جسکی تلاش تھی وہ تو کب سے ظہور فرما چکا ہے اور اب تو اسکے ماننے والے بھی ہزاروں نہیں لاکھوں ہیں اور پاکستان میں ہی نہیں بلکہ آج کوئی خطۂ ارض ایسا نہیں جس میں مسیح محمدی کے غلام موجود نہ ہوں۔ اور یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہ ہوگا کہ آج آسمانِ احمدیت پر ہر لحظہ و ہر آن سورج اپنی پوری تابانی اور نور کے ساتھ جلوہ فگن رہتا ہے۔

ہمارے ملک میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک نئی رو پیدا ہو رہی ہے اور لوگ شدت سے مسیح موعودؑ کے دعویٰ کی حقانیت معلوم کرنے کے لئے بیتاب ہیں [illegible]

کو چاہئے کہ وہ اجتماعی اور انفرادی طور پر خوب خوب تبلیغ کا حق ادا کریں اور اس وقت تک دم نہ لیں جبتک یہ ساری زمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی غلاموں سے نہ بھر جائے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ابتدائی صحابی اپنی ذاتی ضروریات سے بے نیاز ہو کر دیوانہ وار تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ جب کسی نے ان سے اسکی وجہ پوچھی تو سادہ زبان میں فرمانے لگے کہ ہم صحابہ مسیح زمان تو در اصل مسیح موعود کے ڈھول ہیں ہماری حیات کا اسکے سوا اور کوئی مقصد نہیں کہ دن رات یہی منادی کریں کہ مسیح موعود اور مہدی مسعود آگیا ہے۔ اسے محروم! دوڑو اور اس سے برکت حاصل کرو۔

اجتماعی تبلیغ کے لئے مجالس کو وفود کے ذریعہ اپنے شہر اور قصبہ میں اور ان کے ماحول میں انسانی ہمدردی، پیار، محبت اور خدمت کے جذبہ سے سرشار ہو کر تبلیغ کرنی چاہیئے۔ انفرادی تبلیغ اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

کیا کبھی آپنے اس امر کا بھی جائزہ لیا ہے کہ آپکے ساتھ کام کرنیوالے ابھی کتنے افراد باقی ہیں جنہیں آپنے ایک بار بھی مسیح موعود کی خوشخبری نہیں سنائی اور کتنے ایسے ہیں جنہیں صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ آپ احمدیہ جماعت سے متعلق ہیں اور احمدیہ جماعت کسی تنظیم کا نام ہے اور بس۔

اگر آپ حقیقی تڑپ اور درد دل میں محسوس کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ سے ساری دنیا کو جلد از جلد روشناس کرایا جائے تو ابتداء اپنے دوستوں، غیر از جماعت رشتہ داروں، ساتھ پڑھنے والوں اور کام کرنیوالوں سے کیجئے۔ زبانی تبلیغ کے ساتھ ساتھ انہیں مطالعہ کے لئے لٹریچر دیجئے۔ اپنے جلسوں میں اور دیگر تقریبات میں انہیں مدعو کیجئے۔ ان سے ایسا حسن معاشرت اور حسن سلوک کیجئے جو اعجاز کا رنگ رکھتا ہو۔ آپ کا نعرہ آج یہی ہونا چاہیئے کہ

پھیلائیں گے صداقت اسلام کچھ بھی ہو
جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں
محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

لیکن کامیاب تبلیغ کے لئے ایک شرط یاد رکھنی چاہیئے۔ وہ یہ کہ انسان اپنے دل کی پوری طرح صفائی کرے کسی غیر کو روحانی راستہ تک اسی صورت میں پہنچایا جا سکتا ہے کہ ہم خود اس راستہ پر بارہا چل چکے ہوں بصورت دیگر ہم کسی کی راہنمائی کرنے کی بجائے اسے کسی اور ہی غلط راستہ پر لیجائیں گے جب دل تقویٰ اور خدا کے خوف سے گداز ہو جائیگا تو جو بات بھی اس سے نکلے گی پُر اثر ہو گی۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں :-

"ہر ایک کا کام نہیں کہ دین کیلئے بات کرے پہلے خود متقی ہونا چاہیئے تاکہ ؎

سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل[۱]

کا مصداق ہو منطقی بات بد بودار ہوتی ہے کیونکہ اس میں نرے داؤ پیچ ہی ہوتے ہیں اسلئے منطقیانہ طریق کو چھوڑ کر عارفانہ تقریر کا پہلو اختیار کرنا چاہیئے۔"

---

[۱] ترجمہ: جو بات دل سے نکلتی ہے دل پر اثر انداز ہوتی ہے۔

جناب عبدالرحمٰن گوہر
فضل عمر ہوسٹل - ربوہ

برف زاروں میں —!

گاڑی پوری رفتار سے سوئے منزل رواں دواں تھی۔ سرسبز و لہلہاتے کھیت تا حدِ نگاہ بکھرے پڑے تھے۔ کتنے گاؤں آئے اور گزر گئے، کتنی انجانی صورتیں پیچھے رہ گئیں، رات کا اندھیرا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ خوبصورت اور دلفریب مناظر آہستہ آہستہ رات کی سیاہی میں روپوش ہونے لگے۔ تھوڑی ہی دیر بعد رات کا سیاہ عفریت چار سُو اپنا تسلّط جما چکا تھا۔ تب مَیں نے ایک گہری سانس لی اور اُٹھ کر کھڑکی کا شیشہ چڑھا دیا۔ کمپارٹمنٹ میں بیٹھے ہوئے مسافر اونگھنے لگے تھے لیکن میرے دوست ابھی تک خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ جب اُن کے فلک شگاف اور مسرت آگیں قہقہے گاڑی کے مہیب شور میں ڈوبنے لگتے تو میرے ذہن میں بھی ایک ہلکا سا ارتعاش پیدا ہو جاتا۔

ہم تین فروری کو چناب ایکسپریس کے ذریعے ربوہ سے روانہ ہوئے۔ اس وقت ہماری منزل پنڈی تھی۔ جہاں سے ہمیں مری کے لئے روانہ ہونا تھا۔ میرا ذہن اس وقت دوستوں کی خوش گپیوں سے دُور کہیں مری کے برف زاروں میں بھٹک رہا تھا اور مَیں یہ سوچ رہا تھا کہ ؎

دنیا بھی اک بہشت ہے اللہ رے کرم
کن نعمتوں کو خلق کیا ہے جو از کا!

حیرت ہوتی ہے اُس خالقِ لم یزل کی صناعی پر جس نے انسانوں کے لئے ایسے خوبصورت مقامات اور جگہیں پیدا کی ہیں جنہیں دیکھ کر عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ بلند و بالا اور سرسبز و شاداب پہاڑ خدا کی زندہ ہستی کا یقین دلاتے ہیں۔ سبزہ زار و مرغزار اور تا حدِ نگاہ پھیلی ہوئی سرخ، گلابی، زرد اور عنابی پھولوں کی باڑ کسی خالقِ فطرت کی صناعی کا پتہ دیتی ہے۔ سپاٹ دریاؤں میں پگھلی ہوئی چاندی، گھنے جنگلوں میں تناور درخت اور ان کے درمیان بل کھاتی ہوئی ندیاں ایسا منظر پیش کرتی ہیں جسے نوکِ قلم پر لانا از حد مشکل ہے۔ ایسے حسین اور دلفریب مناظر صانعِ ازل کی کاریگری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جب ہم اِن مناظر کو دیکھتے ہیں تو ہمیں چاروں طرف خدا تعالیٰ کی حسین ذات کے جلوے بکھرے پڑے ملتے ہیں۔ تب ہمارا دل خدا کی حمد سے بھر جاتا ہے۔ مَیں اپنی مسلسل اور لگاتار سوچوں میں کھویا ہوا تھا کہ گاڑی کسی سٹیشن پر رُکی۔ مَیں یونہی ذرا ٹہلنے کے لئے گاڑی سے اُترا تو شدید سرد

ہوا کا جھونکا میرے رگ و پے میں سرایت کر گیا۔ گرم کپڑوں کے باوجود میرا جسم سردی کی مدافعت کرنے سے عاری تھا۔ یہ کوئی چھوٹا سا اسٹیشن تھا۔ مریل سا یرقان زدہ بلب اس تاریک رات میں زندگی کا نشان تھا۔ چند ایک مسافر اوورکوٹوں میں دبکے اور کمبلوں میں لپٹے، بنچوں پر بیٹھے شاید کسی اور گاڑی کے منتظر تھے۔ دو تین منٹ کے ٹھہراؤ کے بعد گاڑی پھر روانہ ہوئی اور اب کے جو میری آنکھ لگی تو پھر پنڈی پہنچ کر ہی کھلی۔ صبح کاذب کے وقت ہم پنڈی اسٹیشن پر اترے۔ مال اسباب پلیٹ فارم پر ایک جگہ ڈھیر کیا اور میر قافلہ سے ہدایات لینے لگے۔ ہم کوئی تیس، چالیس لڑکے تھے اور کالج کی طرف سے دو تین اساتذہ بھی ہمارے ساتھ کر دیئے گئے تھے تا نظم وضبط اور انتظامات وغیرہ میں آسانی رہے۔ اب ہمیں مری پہنچنا تھا جس کے لئے بس وغیرہ کا انتظام کیا گیا۔ طلوع آفتاب کے وقت ہم پنڈی سے روانہ ہوئے۔ راستے میں اسلام آباد کی ایک جھلک بھی نظر آئی۔ سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی تارکول کی پختہ سڑک پہاڑوں کے لامتناہی سلسلوں میں گم ہو جاتی تو ہم دوڑ کر اس کا پیچھا کرتے اور یہ لہراتی ہوئی سڑک پہاڑوں کے بیچوں بیچ کسی اور سمت نکل جاتی۔ ابھی ہم مری سے سات آٹھ میل ادھر ہی تھے کہ ہمیں دور سے مری کے پہاڑوں کی برف سے ڈھکی ہوئی فلک بوس چوٹیاں نظر آنے لگیں۔ جب ان چوٹیوں پر سورج کی ضیا پاش کرنیں پڑتیں تو یہ چاندی کی طرح چمکنے لگتیں۔ ان قدرتی نظاروں کو دیکھ کر ہمارا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ کئی لڑکے خوشی میں آکر گیتوں سے اپنا جی بہلانے لگے۔ بعض خدا کی حمد کے ترانے گا رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے ؎

قدرت تیرے نثار جاتا ہوں
ہر سو تیرا نکھار پاتا ہوں

خدا خدا کر کے ہم مری پہنچے۔ عجب نظارہ تھا وہ بھی۔ ہر شے برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔ نرم نرم برف پر چلتے ہوئے ہمیں بے پایاں مسرت کا احساس ہو رہا تھا۔ بڑے بڑے آہنی بلڈوزر سڑک پر سے برف ہٹا رہے تھے تاکہ ٹریفک کی آمد و رفت کا سلسلہ منقطع نہ ہو جائے۔ ہم مری پہنچے تو اس وقت آفتاب نصف النہار پر پہنچ چکا تھا۔ کبھی کبھی سورج بادلوں کی اوٹ سے ان سفید پوش نظاروں پر ایک اچٹتی سی نگاہ ڈالتا اور پھر چھپ جاتا۔ سورج کی روشن کرنیں جب برف پر پڑتیں تو ہزاروں رنگوں کی قوسیں نظر آنے لگتیں۔

اس روز ہماری طرح اور بھی بہت سے لوگ دور دراز علاقوں سے برفباری کا نظارہ کرنے مری آئے ہوئے تھے۔ خاصی چہل پہل تھی۔ ہر کوئی اپنے اپنے کام میں مگن تھا۔ دکانیں اور ہوٹل بدستور کھلے ہوئے تھے لیکن اتنی رونق نہ تھی جتنی گرمیوں میں ہوتی ہے۔ مال روڈ برف سے اٹی پڑی تھی۔ برف پر چلتے ہوئے ہم گر گر پڑتے، پھسلتے ہوئے کہیں سے کہیں پہنچ جاتے اور پھر ایک دوسرے کا سہارا لیکر

آگے بڑھتے۔ اُس وقت مری میں اوسطاً تین فٹ برف گری ہوئی تھی۔

ہم کشمیر اور پنڈی پوائنٹ تک بھی گئے۔ چڑھائی اتنی تھی کہ ہمیں شدید سردی کے باوجود پسینہ آگیا اور بعض لڑکوں نے کپڑے تک اُتار دیئے یہ وہ جگہیں ہیں جہاں سے کشمیر اور پنڈی کا تمام منظر نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ گھوڑا گلی اور نتھیا گلی بھی مری کی قابلِ دید جگہیں ہیں۔ ہمارے مری پہنچنے کے بعد ابھی تک برفباری کا سلسلہ شروع نہ ہوا تھا۔ ہماری خوش قسمتی دیکھئے کہ اگلے روز جب صبح سویرے بیدار ہوئے تو برف گر رہی تھی۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے رُوئی کے ننھے ننھے گالے آسمان سے گر رہے ہوں۔ "what a beautiful scene" ہمارا ایک ساتھی بے ساختہ پکار اُٹھا۔ واقعی ہم نے ایسا خوبصورت منظر زندگی بھر نہ دیکھا تھا۔ برف گر رہی تھی اور چاروں طرف مکمّل سکوت طاری تھا جیسے مری کی وادیاں بھی اس منظر سے لطف اندوز ہو رہی ہوں۔ یہ خوبصورت منظر ہمیں کبھی نہ بھولے گا۔ بعض لڑکوں نے اس منظر کی تصاویر بھی لیں۔ یہ برفباری قریباً چار گھنٹے جاری رہی۔ جس کے بعد یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ہر شے نے سفید احرام باندھ رکھا ہو۔ درختوں کی ڈالیاں جو پتوں سے بے نیاز تھیں برف کے ان سفید گالوں کو اپنے دامن میں سمیٹ رہی تھیں۔

آج فروری کی پانچ تاریخ تھی۔ اس روز ہمارا واپسی کا پروگرام تھا۔ مری کے ان برفزاروں کو چھوڑ کر جانے کو جی تو نہ چاہتا تھا لیکن وقت کے ہاتھوں مجبور تھے۔ بادلِ نخواستہ ہم بس میں سوار ہوئے اور واپسی کا قصد کیا ——— مری کی برف پوش وادیاں دُور تک ہم سے آنکھ مچولی کھیلتی رہیں اور ہم ان دلکش وادیوں سے دُور ——— بہت دُور ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ وہ ہماری نظر سے اوجھل ہو گئیں۔ تب میں نے سوچا کیف و سرور اور خوشی کے لمحات کتنے مختصر ہوتے ہیں۔ یونہی پلک جھپکنے میں گزر جاتے ہیں لیکن اپنی حسین یادوں کے اَنمٹ نقوش ہمارے دل پر چھوڑ جاتے ہیں ———!

محترم محمد صدیق صاحب امرتسری
جزائر فجی

اُٹھو پھر وطن کو نکھارو، سنوارو!

مبارک ہو سب کو نیا سال آیا
نیا جوش اور ولولہ ساتھ لایا

نیا سال ہے جو تُو نے چڑھایا
ہر اک کے لئے کر مبارک خدایا

وطن کے لئے ہو یہ رحمت کا موجب
ترقی کا اور امن و راحت کا موجب

بدل دے غم و رنج سارے خوشی سے
رہیں مل کے سب پیار اور آشتی سے

ہو سرشار ہر شخص حُبِّ وطن سے
رہیں بچ کے اہلِ وطن سب فتن سے

رہے دل میں ہرگز نہ نفرت کسی سے
محبت کرے آدمی آدمی سے

ملے سب کو ایمان و تقویٰ کی دولت
ہو دین و وطن کی شب و روز خدمت

رہے صاف و شفاف دل کا نگینہ
پنپنے نہ پائے کوئی بغض و کینہ

نہ ہو ظلم کوئی غریبوں کے اُوپر
مصیبت زدوں غم نصیبوں کے اُوپر

کرے ہر کوئی ہر کسی سے محبت
بڑھے باہمی دوستی اور اخوت

بُجھیں سب غم زندگی کے شرارے
لگیں سب سفینے ہمارے کنارے

اُٹھو کشورِ دین کے تاجدارو
اُٹھو احمدیت کے روشن ستارو

اُٹھو باغِ اسلام کی نو بہارو
اُٹھو پھر وطن کو نکھارو، سنوارو

بدل دو زمانے کا رُخ پھر بدل دو
کچل دو شیاطیں کا سر پھر کچل دو

جناب نسیم بابر
راولپنڈی

ایٹمی سائنس اور خدا تعالیٰ کی خالقیت

قانونِ بقائے مادہ کے مطابق مادہ اپنی حالت تو تبدیل کر سکتا ہے لیکن اسے نہ پیدا کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی فنا کیا جا سکتا ہے۔ یہ قانون اسلام کے اس نظریے کے عین مطابق ہے جس کی رُو سے خالقِ حقیقی اور فنا کرنے والا (یعنی عدم سے وجود میں یا وجود سے عدم میں لانے والا) صرف خدا ہی ہے۔ یہ کام انسان کے دائرۂ اختیار سے باہر ہے! انسان صرف موجودہ چیزوں کی حالت تبدیل کر سکتا ہے۔

لیکن جب سے سائنس ایٹمی دَور میں داخل ہوئی ہے بقائے مادہ کا تصور بدل گیا ہے۔ اب مادے کو جوہری عمل (NUCLEAR REACTION) کے ذریعے فنا کیا جا سکتا ہے۔ ایٹمی توانائی مادے کو فنا کر کے ہی حاصل کی جاتی ہے۔ نیز نظریاتی طور پر —— (THEOROTICALLY) یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جس طرح مادے کو فنا کر کے بڑی مقدار میں توانائی حاصل کی جا سکتی ہے اسی طرح بڑی مقدار میں توانائی کے ذریعہ مادہ کو پیدا بھی کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ فی الحال یہ نظریہ عملی صورت اختیار نہیں کر سکا لیکن غالباً یہ منزل بھی دُور نہیں۔ اس جگہ یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے کہ جوہری سائنس کے ان جدید نظریات اور حقائق سے اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور فنا کرنے کی صفت پر زد پڑتی ہے۔ میرے اس مضمون کا مقصد اسی غلط فہمی کو دُور کرنا ہے۔ اس نکتہ کو سمجھنے کے لئے جدید سائنس میں توانائی کی حقیقت اور مادہ و توانائی کا آپس میں تعلق ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔

ایٹمی سائنس انتہائی چھوٹے ذرّات کی سائنس ہے۔ توانائی کے پُرانے نظریے کے مطابق مادے اور توانائی میں بنیادی فرق یہ ہے کہ توانائی لہروں کی صورت میں حرکت کرتی ہے جبکہ مادہ چھوٹے یا بڑے ذرات (PARTICLES) کی شکل میں حرکت کرتا ہے لیکن جب ہم بہت چھوٹے ذرات کی بہت تیز حرکت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جوں جوں اُن کی رفتار بڑھتی جاتی ہے اُن میں ذرّے کے خواص گھٹتے اور لہر کے خواص بڑھتے جاتے ہیں۔ خصوصاً الیکٹرون (منفی ذرّہ) کی دوہری فطرت (DUAL NATURE) تو تسلیم شدہ حقیقت ہے جس کے مطابق الیکٹرون میں ذرّہ اور لہر دونوں کی خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں —— ۱۔ ہائزن برگ کے اصول (UNCERTAINITY PRINCIPLE)

کے مطابق الیکٹرون کی فطرت کے ان دونوں پہلوؤں کا بیک وقت مطالعہ ناممکن ہے۔ گویا دونوں پہلو ایک سی اہمیت رکھتے ہیں۔ بلکہ شوڈنگر کے نظریے کے مطابق تو ہر حرکت کرتے ہوئے جسم میں ایک حد تک لہر کی خاصیت موجود ہوتی ہے۔ اگرچہ عام اجسام میں مادے کی مقدار زیادہ ہونے کی وجہ سے یہ خاصیت اس قدر کم ہوتی ہے کہ اس کا عملی مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا۔

دوسری طرف توانائی بنیادی طور پر لہروں کی شکل میں حرکت کرتی ہے لیکن بعض مشاہدات کی بناء پر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ توانائی ذرات (PARTICLES) کی شکل میں بھی حرکت کرتی ہے جنہیں انرجی کے بنڈل یا QUANTAS کہا جا سکتا ہے۔ سائنسی اصطلاح میں اسے فوٹون کہتے ہیں۔ چنانچہ مادے کی طرح توانائی کی بھی دوہری فطرت ہے۔ یعنی توانائی ذرات کی شکل میں بھی حرکت کرتی ہے اور لہروں کی شکل میں بھی۔

مادے اور توانائی کی اس دوہری فطرت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ در اصل توانائی بھی مادے سے ملتی جلتی کوئی چیز ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ توانائی اور مادہ ایک ہی چیز کی مختلف شکلیں ہیں۔ مادہ بعض اوقات توانائی کی خاصیتیں اختیار کر لیتا ہے اور اسی طرح توانائی بعض اوقات مادے کے خواص ظاہر کرتی ہے۔ اگرچہ یہ تبدیلی عارضی ہوتی ہے۔ ایٹمی عمل کے ذریعے جب ہم مادے کو بظاہر فنا کرتے ہیں تو مادہ در اصل فنا نہیں ہوتا بلکہ ایک دوسری شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جسے توانائی کہتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ تبدیلی مستقل ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر مادہ پیدا کر لیا گیا تو وہ در اصل "خلق" نہیں ہوگا بلکہ ایک پہلے سے پیدا شدہ چیز "توانائی" کو دوسری شکل یعنی مادے میں تبدیل کیا جائے گا۔

گویا وہی جدید سائنس جس سے خدا تعالیٰ کی خالقیت اور فنا کرنے کی صفت پر حرف آنے کا شک تھا اسی کی ایک اور شاخ نے اس خدشہ کو دور کر دیا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین ؎

جناب محمد داؤد منیر ربوہ

طارق بن زیادؒ

مسلمانوں میں بڑے بڑے سپہ سالار اور فاتح گزرے ہیں جن کے عظیم الشان کارنامے پڑھ کر آج بھی دنیا حیران رہ جاتی ہے۔ ان کی بہادری، دلیری، بے خوفی اور فوجی قابلیت کو دشمن تک مانتے ہیں۔ ان میں سے کسی کو نہ ملک و مال کا لالچ تھا اور نہ شہرت و ناموری کی حرص تھی۔ ان کے سامنے صرف ایک ہی مقصد تھا اور وہ یہ کہ خدا اور اُس کے رسولؐ کے پاک نام کو دُنیا کے کونے کونے میں پھیلا دیا جائے، حق کا بول بالا اور آزادیٔ ضمیر قائم ہو اور دنیا کو اندوہناک تباہی سے بچایا جائے۔ یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے اُنہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ راہ میں بلند پہاڑ ہیں، تپتے ہوئے صحرا ہیں، بنجر میدان، گھنے جنگل، خوفناک دریا یا ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر ہیں۔ جب وہ خدا کا نام لے کر اسلام کا جھنڈا لئے ہوئے نکلتے تو بقول علامہ اقبال ؎

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

انہوں نے ساری دنیا میں تہذیب و تمدّن اور علم و فن پھیلا دیا۔ وہ جہاں گئے حکومت کے خزانے اور دانائی کی قندیل ساتھ لیتے گئے۔ چنانچہ انہی فاتحوں اور سپہ سالاروں میں سے ایک طارق بن زیاد بھی تھا۔

”لوگو! میدانِ جنگ سے فرار کی کوئی صورت نہیں۔ آگے دشمن ہے اور پیچھے دریا۔ خدا کی قسم پامردی اور استقلال میں نجات ہے۔ یہی وہ فتح مند فوجیں ہیں جو مغلوب نہیں ہو سکتیں۔ اگر یہ دونوں باتیں موجود ہیں تو تعداد کی قلت سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور بزدلی، کاہلی، سہل انگاری اور تن آسانی اور اختلاف و غرور کے ساتھ تعداد کی کثرت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔“

یہ ٹکڑا اُس مشہور تقریر کا ایک حصہ ہے جو مسلمانوں کے اس نڈر بحری سپہ سالار طارق بن زیاد نے اُس وقت کی جب اندلس میں داخل ہو کر اُس نے جہازوں کو جلا دیا تھا جن میں اُس کی فوج ساحلِ سپین پر اُتری تھی۔

براعظم یورپ کے جنوب مغرب میں ایک

ملک سپین ہے جسے مسلمان اندلس کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔ آج سے کوئی پانچ سَو برس قبل یہاں مسلمان حاکم تھے۔ انہوں نے اس ملک پر نہایت ٹھاٹھ اور شان و شوکت سے آٹھ سَو برس تک حکومت کی۔ تاریخ کے صفحات ان کے عظیم الشان کارناموں سے بھرے پڑے ہیں۔ سپین کے مسلمانوں کے یورپ پر بہت احسانات ہیں۔ آج یورپ میں جو علمی اور ذہنی ترقی دکھائی دے رہی ہے اس میں سپین کے مسلمانوں کا بڑا حصہ ہے۔

یہ ملک اپنی سرسبزی و شادابی اور پیداوار و دولت کے لحاظ سے یورپ کا ممتاز ترین ملک تھا۔ یہاں کئی سَو سال سے گاتھ خاندان حکمران تھا۔ گاتھ بادشاہوں میں دستور تھا کہ اُن کے امیر اور جاگیردار اپنی لڑکیاں اور لڑکے شاہی دربار میں پرورش پانے اور اعلیٰ پادریوں کی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے لئے بھیجتے تھے۔ اس دستور کے مطابق راڈرک کے ماتحت شمالی افریقہ کی ایک چھوٹی سی ریاست رقبط کے سردار کاؤنٹ جولین کی لڑکی بھی یہاں بادشاہ راڈرک کے محل میں ہی تھی اور مذہبی تربیت پا رہی تھی۔ راڈرک اس پر فریفتہ ہو گیا اور زبردستی اُسے اپنے قابو میں لے آیا۔ جب کاؤنٹ جولین کو اپنی بے عزتی کی خبر ملی تو وہ راڈرک کا دشمن ہو گیا اور اس کی حکومت کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ جولین نے موسیٰ بن نُصیر کو اس ملک پر حملہ کرنے کی دعوت دی اور وعدہ کیا کہ وہ اس سلسلہ میں ہر قسم کی مدد کرے گا۔

خود سپین میں بھی امراء کا ایک طبقہ راڈرک کے خلاف تھا کیونکہ یہ اصل بادشاہ کو تخت سے اُتار کر خود اس پر قابض ہو گیا تھا۔ اسلئے بادشاہِ سابق کا خاندان اور اُس کے وفادار بھی راڈرک سے نالاں تھے۔

موسیٰ بن نُصیر نے خلیفہ ولید سے اجازت حاصل کر کے سپین کے حالات کا اندازہ لگا کر حملہ کے لئے اپنے ایک معتبر نومسلم طارق بن زیاد کو منتخب کیا۔ طارق افریقہ کا رہنے والا بربری نسل سے اور موسیٰ بن نصیر کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا۔ طارق بن زیاد بڑا بہادر اور فوجی قابلیت میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا۔ وہ سات ہزار سپاہیوں کو لے کر آبنائے کو پار کر کے "جبل الطارق" پر جا اُترا جس کو "جبرالٹر" بھی کہتے ہیں۔ راہ میں طارق نے ایک خواب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ صحابہؓ تلواریں لٹکائے اور کندھوں پر کمانیں چڑھائے ہوئے ہیں۔ آپؐ طارق سے فرما رہے ہیں:-

"طارق! اسی شان سے قدم
بڑھائے جاؤ"

پھر آپؐ نے اُن مسلمانوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے اور وعدوں کو پورا کرنے کی ہدایت کی۔ اس کے بعد اُس نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ اندلس میں داخل ہوئے اور طارق اس مقدس جماعت کے پیچھے ہے۔ جب

انہوں نے یہ خواب اپنے ساتھیوں کو سنایا تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اس مہم میں وہ ضرور کامیاب ہوں گے۔

طارق جبل الطارق کے قریب چند دن ٹھہرا رہا سب سے پہلے اس نے جہازوں کو جلا دیا اور پھر ابتدائی انتظامات مکمل کرنے کے بعد انہوں نے فوجی نقل و حرکت شروع کی۔ جبل الطارق کے آس پاس کے شہروں پر آسانی سے قبضہ ہو گیا۔ اب وہ اندلس کے شاہی لشکر سے کھلے میدان میں مقابلہ کے لئے بالکل تیار تھے۔

جب طارق نے جزیرہ خضراء کو فتح کیا تو وہاں ایک عجیب سا واقعہ رونما ہوا۔ ایک بڑھیا طارق کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ اس کا شوہر نجومی تھا اور وہ کہا کرتا تھا کہ اس ملک میں ایک فوجی سپاہی داخل ہوگا جو سب پر غلبہ حاصل کرلے گا۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کا سر بڑا اور اس کے بائیں بازو پر ایک تل ہوگا جس پہ بال اگے ہوں گے۔ طارق کو اس بیان پہ دلچسپی ہوئی اس نے بایاں بازو کھول کر دیکھا تو واقعی اس پہ تل موجود تھا جس پر بال اگے ہوئے تھے ۔ یہ دیکھ کر اس علاقے میں ہلچل مچ گئی۔ اس علاقے کا گورنر تدمیر مقابلہ پر آیا مگر شکست کھائی۔ اس شکست سے وہ اتنا گھبرایا اور پریشان ہوا کہ اس نے بادشاہ کو لکھا کہ ہمارے ملک پر ایسے آدمیوں نے حملہ کیا ہے جن کا نہ میں نام جانتا ہوں اور نہ وطن اور اصلیت۔ میں یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ وہ کہاں سے آگئے ہیں۔ آیا آسمان سے گرے ہیں یا زمین سے نکل آئے ہیں"۔ جب راڈرک کو یہ پیغام ملا تو اس نے فوجی تیاریاں شروع کر دیں اور ایک لاکھ فوج بادشاہ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئی۔

ادھر طارق اور اس کے سپاہی ہر موقع پر کامیاب ہو کر واپس آئے۔ ان عرب سواروں کی تیزی اور بہادری سے اسپین کے باشندے سہمے جاتے تھے۔ طارق کے جاسوس راڈرک کے پایہ تخت میں پھیلے ہوئے تھے۔ طارق کو راڈرک کی مکمل تیاری کا علم ہو چکا تو اس نے موسیٰ بن نصیر سے مدد طلب کی۔ موسیٰ نے پانچ ہزار سپاہی روانہ کر دیئے۔ اس طرح مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار ہو گئی۔

جولائی ۷۱۱ء کی ایک سہانی صبح کو اسپین کی تاریخ کا ورق الٹا اور ایک نیا باب شروع ہوا۔ دریائے والڈیٹ کے کنارے دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل پر آئیں۔ مسلمان لڑائی کے لئے بے صبر ہو رہے تھے۔ انکے سروں پہ سفید عمامے بندھے ہوئے تھے۔ وہ چمکدار زرہ بکتر پہنے، تلواریں لٹکائے اور نیزے ہاتھوں میں لئے میدانِ جنگ میں آئے۔ ان کے کندھوں پہ کمانیں تھیں۔ طارق نے سب سے پہلے نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ کے حضور فتح کے لئے دعا مانگی۔ اس کے بعد اس نے مجاہدوں کے سامنے ایک پرجوش تقریر کی اور فرمایا:۔

"لوگو! میری تقلید کرو۔ اگر میں حملہ کروں تو تم بھی حملہ آور ہو جاؤ۔ اور جب میں رُک جاؤں تو تم بھی رُک جاؤ۔ جنگ کے وقت سب مل کر ایک جسم بن جاؤ۔ میں اُس سرکش (راڈرک) پر حملہ کر کے دست بدست مقابلہ کروں گا۔ اگر میں اس حملہ میں مارا جاؤں تو تم رنج و غم نہ کرنا اور میرے بعد آپس میں لڑ جھگڑ کر نہ بیٹھنا۔ اس سے تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور تم دشمن کے مقابلے میں پیٹھ پھیر دو گے اور قتل و گرفتار ہو کر برباد ہو جاؤ گے"۔

اس پُر جوش تقریر کو سُن کر سپاہیوں کے دلوں میں جوش و خروش اور ولولہ پیدا ہو گیا۔

راڈرک بھی بڑی شان سے میدان میں آیا۔ وہ نہایت پُر تکلف ہاتھی دانت کی گاڑی پر سوار تھا۔ ایک طرف ہر طرح کے ہتھیاروں آراستہ ایک لاکھ فوج تھی اور دوسری طرف اپنے ملک سے دُور بارہ ہزار پردیسی تھے جن کے لئے اسپین اجنبی مقام تھا۔ لڑائی ہوئی اور میدان طارق کے ہاتھ میں رہا۔ ہزاروں دشمن قتل ہوئے اور ہزاروں گرفتار۔ راڈرک کا گھوڑا اس کے بیش قیمت سامان کے ساتھ طارق کے ہاتھ لگا۔ خود اس کا پتہ نہ لگا۔ اندازہ ہے کہ وہ دریا میں ڈوب کر مر گیا ہو گا۔

مسلمانوں کے ہاتھ اتنا مال غنیمت آیا جس کی انتہا نہیں۔ اس لڑائی سے سلطنت گاتھ کی عمارت ایسی گری کہ پھر نہ کھڑی ہو سکی۔ جب اس عظیم الشان فتح کی خبر موسیٰ بن نصیر کو پہنچی تو انہوں نے طارق کو لکھا کہ جب تک وہ اسپین نہ پہنچیں پیش قدمی روک دی جائے۔ لیکن طارق ایک تجربہ کار جرنیل تھا۔ وہ جانتا تھا کہ دشمنوں کو آرام کرنے اور اپنی حالت کو درست کر لینے کا موقع دینا سخت مُضر ہے چنانچہ اس نے حکم کی تعمیل نہ کی اور اپنی فوج کے دستے دُور دُور تک پھیلا دیئے۔

اس فتح کے بعد طارق نے دوسرے مختلف شہروں کا رُخ کیا اور برابر فتح کرتے جا رہے تھے۔ کاؤنٹ جولین برابر طارق کے ساتھ ساتھ تھا اور اُسے مفید مشورے دے رہا تھا۔ پھر فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے مختلف صوبوں میں روانہ کر دیئے اور خود طارق طلیطلہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ ایک فوج قرطبہ روانہ کر دی اور دوسری مرسیہ کی طرف۔ چنانچہ جب طارق طلیطلہ پہنچا تو لوگ شہر چھوڑ کر پہلے ہی جا چکے تھے اور طارق کو مال و دولت کا اتنا بڑا انبار ملا جو اس سے پہلے اس ملک میں نہیں دیکھا گیا تھا۔ اس میں اسپین کے بادشاہوں کے چوبیس نہایت قیمتی تاج بھی تھے۔ جہاں اسپین کے سپاہی عمامہ باندھے ہوئے سواروں کا طوفان آتا دیکھتے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر پہاڑوں میں بھاگ جاتے۔ طلیطلہ کی فتح طارق کا آخری کارنامہ

تھا۔ کیونکہ اس کے بعد موسیٰ بن نصیر کے اندلس آنے کی خبر ملی اور اس وقت سے وہ اپنے آقا کے ماتحت کام کرنے لگا۔

اسپین کی فتح طارق بن زیاد کا ایسا کارنامہ ہے جو ہمیشہ یاد رہے گا۔ طارق وہ بہادر سپاہی تھا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں بھی کم ملتی ہے۔

طارق آج بھی زندہ ہے اور ابد تک زندہ رہے گا اور جبرالٹر جو کہ درحقیقت جبل الطارق کی بگڑی ہوئی شکل ہے ہمیشہ بطور طارق کی یادگار کے قائم رہے گا اور اسلام کی سربلندی اور حفاظت کے لئے ہم میں سے طارق جیسے جانباز پیدا ہونے کا مطالبہ کرتا رہے گا +

سچا مسلمان (بقیہ ص۳۶)

(۳) اہلِ ایمان قرض تلے دبے ہوئے بھائیوں کی مدد کرینگے۔

(۴) اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص ظلم، سرکشی یا بغاوت کا مرتکب ہوگا تو سب پرہیزگار مسلمان اسکے خلاف ایک ہو کر اُٹھیں گے۔

دُعا ہے کہ پروردگار ہم سب کو سچا مسلمان اور سچا احمدی بننے کی توفیق دے۔ ہمارا ہر قول اور ہر فعل خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہو اور ہمارا ایمان، محبت اور اخلاص اور دل کی بصیرت پر مبنی ہو۔ تا ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحیں ہمیں دیکھ کر خوش ہوں۔ آمین +

دامِ فرنگ سے رہائی

اے اہلِ فرنگ،
تمہاری رنگینیاں،
تمہیں مبارک ـــــ
کہ میں سالارِ قافلہ
تمہارے پیچھے کیسے چلوں،
تم اگر چلنا ہی چاہتے ہو
تو ـــــ
آؤ
اور میرے پیچھے چلو،
کہ میں وقت کی آواز ہوں
وہ ساز ہوں،
جس کے تاروں میں
ایسے نغمات مچل رہے ہیں
جو چھڑیں،
تو ـــــ
زمیں اپنے محور کو بھول جائے
اور ـــــ
آسماں سجدہ کرنے لگے ۔

(ع ۔ ک ۔ خ)

جناب محمد ابراہیم صاحب شاد

نظر شہود میں آئیں تو بات بنتی ہے

کبھی وہ جلوہ دکھائیں تو بات بنتی ہے
کبھی نقاب اُٹھائیں تو بات بنتی ہے

علاجِ عاشقِ مضطر ہے سعئ لاحاصل
شرابِ وصل پلائیں تو بات بنتی ہے

مَیں اُن کے سامنے جاؤں تو کس طرح جاؤں
کریں معاف خطائیں تو بات بنتی ہے

ہوئی ہے عمر بسر عالمِ تخیّل میں
نظر شہود میں آئیں تو بات بنتی ہے

بر آئیں اپنی تمنّائیں زندگی بھر کی
قبول ہوں جو دُعائیں تو بات بنتی ہے

جہاں میں ظلمتِ باطل ہے چار سُو چھائی
ہم حق کی شمعیں جلائیں تو بات بنتی ہے

خلوص و عجز و محبت کو، سوز کو لے کر
دیارِ یار میں جائیں تو بات بنتی ہے

وہ راز جس سے تقرب نصیب ہو ان کا
وہ مجھ کو خود ہی بتائیں تو بات بنتی ہے

دمِ مسیحِ زماں سے ہیں لوگ جی اُٹھے
مجھے بھی شادؔ جلائیں تو بات بنتی ہے

جناب بشیر طارق صاحب
تعلیم الاسلام کالج - ربوہ

سقوطِ ڈھاکہ کی خبر سُن کر......!

"کیا مَیں یہی روزِ بد دیکھنے کے لئے زندہ تھا؟"
جب مَیں نے مشرقی پاکستان میں بھارتی فوج کے قبضہ کی خبر سُنی، تو معاً میرے دل سے یہ آواز آئی اور اس آواز کے ساتھ جذبات کا ایک طوفان بھی اُمڈ آیا۔ اور میری سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں شل ہو کے رہ گئیں - یہ خبر اس دلِ شکستہ پر نشتر کی طرح لگی اور پہلے ہی سے گھائل گوشت کا یہ لوتھڑا خون ہو گیا —— ایسے میں آنسوؤں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا اور نہ جانے آنکھوں کا یہ پانی کہاں چُھپ گیا۔ شاید غم و الم کا دلدادہ یہ سیال مادہ بھی اس احساس کی جھلس برداشت نہ کر سکا۔ یہ خبر ہی ایسی تھی کہ ہمارے حواس اس کو سُننے کے لئے تیار نہ تھے —— لیکن جب میری ذہنی حالت معمول پر آئی تو مَیں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ آخر یہ سب کیوں ہوا؟ کیسے ہوا؟ اور کون اس کا ذمہ دار ہے؟

مَیں انہی خیالوں میں گم تھا کہ میرا ذہن ماضی کی طرف لَوٹ گیا اور اپنی عظمتِ رفتہ کے واقعات ایک سکرین کی طرح میرے سامنے آنے لگے ——
اوہ! مَیں کیا دیکھ رہا ہوں؟ یہ کون لوگ ہیں؟ اور یہ مجھے کیوں گھور رہے ہیں؟ یہ تو اسلام کے وہی سپاہی لگتے ہیں۔ مجھے اپنے اردگرد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے چہرے نظر آ رہے ہیں۔ مَیں اپنے تخیل میں انہی ہستیوں کو دیکھ رہا ہوں جنہوں نے خونِ جگر سے چمنستانِ اسلام کی آبیاری کی، جنہوں نے اپنی جانیں قربان کر کے کشتیٔ اسلام کو منجدھار سے نکال کر ساحلِ مراد سے لگایا تھا، جن کی آواز حق و صداقت کی حمایت اور ظلم و ناانصافی کے خلاف ہمیشہ بلند رہی، جنہوں نے خدا اور رسولؐ کیلئے بڑی سے بڑی مصیبت کو بھی برداشت کیا اور اسلام کا عَلَم تھامے ہوئے اپنے گھوڑوں کو صحراؤں اور سمندروں میں بھی ڈالنے سے گریز نہ کیا —— مَیں ان نگاہوں کی تاب نہ لا سکا۔ مَیں ان کے ہونٹ ہلتے ہوئے محسوس کر رہا ہوں اور فضا میں اس ارتعاش کو بھی دیکھ رہا ہوں جو اُن کی آواز سے پیدا ہو رہا ہے۔
—— ذرا سُنوں تو سہی یہ نگاہیں! اور ہونٹ کیا کہہ رہے ہیں۔ شاید ہمیں ہمارے لُٹنے کی داستان سُنا رہے ہیں۔ موجودہ دَور کے مسلمانوں کی بدکرداریوں کا شکوہ ان کی زبان پر ہے۔ وہ ہماری ان کوتاہیوں اور غفلتوں پر آنسو بہا رہے ہیں جن کی وجہ سے دنیائے اسلام کو ایک اور شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے —— اور اس کے لئے آج مَیں غمگین ہوں، مضطرب ہوں اور شکستہ دل ہوں! —— کیونکہ مَیں خدا کے قہر اور جلال کا واضح ادراک اپنے ذہن میں رکھتا ہوں —— ہماری

موجودہ شکست خدا کے غضب کا ایک جلوہ ہے جو ہمیں جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہونا چاہیئے ـــــ تقدیر کے نوشتے کے مطابق مسلمانوں کا یہ مقدر تھا کہ وہ کامیابی حاصل کریں لیکن مقدر کے حصول کے لئے کوشش ضروری ہے، قربانی لازمی ہے۔ ہم نے اپنی غفلت سے خدا کے دیئے ہوئے انعام کو ضائع کر دیا۔ ہم نے اپنے ہاتھوں سے لوحِ تقدیر کو صاف کر دیا اور خدا کی ان بیش بہا نعمتوں کو ہاتھ سے گنوا دیا جو اس نے ہمارے لئے مقدر کر رکھی تھیں ـــــ میرے خیال میں یہ احساس ایک راسخ العقیدہ اور محبِ وطن پاکستانی کو پریشان و پشیمان کرنے کے لئے کافی ہونا چاہیئے کہ ابھی تک ہم اپنی شکست کے "نشے" میں مدہوش ہیں اور اپنی کمزوریوں، کوتاہیوں اور بدکرداریوں پر نازاں!!

کیا ہماری موجودہ شکست ہمیں از سرِ نو زندہ کرنے کے لئے ایک تازیانہ نہیں؟ سقوطِ مشرقی پاکستان نہ صرف ہمارے زوال و ادبار اور ہماری پستی کی داستان اپنے اندر سموئے ہوئے ہے بلکہ یہ بنی نوعِ انسان کی حق تلفیوں کی نشاندہی بھی کرتی ہے۔

میرے ذہن میں ہماری شکست کے کئی اور پہلو بھی آرہے ہیں جن میں بھارتی ہندو کا کردار بہت نمایاں ہے۔ اپنے دل کو تسلی دینے کے لئے میں خود کو مظلوم اور بھارت کو ظالم تصوّر کر رہا ہوں۔ اس کی جارحیت اور ہوسِ ملک گیری بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے اور اس کی بیباکی و مکاری کا شکوہ میری زبان پر ہے ـــــ لیکن میرے دل سے ایک تیسری آواز بلند ہوتی ہے جو میرے ضمیر کی آواز اور میرے دل کی پکار ہے کہ بھارت سے انصاف کی امید رکھنا عبث ہے، لغو ہے، دیوانگی ہے۔ ضمیر کی یہ بار بار چبھن ناقابلِ برداشت ہے میرے لئے ـــــ میں درد کی شدت سے چیخ رہا ہوں اور اس چیخ میں میری بداعمالیوں کی فہرست ہر دوسری آواز پر غالب ہے، اپنے کئے پر پچھتاوا ہے۔ ہمارے احساسِ زیاں کی یہ تپش میرے لئے جینا محال کر دے گی۔

پھر میں دل کے ان شکستہ ٹکڑوں کو جوڑتا ہوں، ذہن میں بکھرے ہوئے بھدّے پتھروں کو چُن کر ایک مالا کی شکل دیتا ہوں اور اس ہولناک طوفان کے بعد طوفانی لہروں کے ساتھ آئے ہوئے ان گھونگوں کو جب سمیٹتا ہوں تو میرے دل سے یہ آواز بلند ہوتی ہے کہ

یہ اس لئے ہوا کہ ہم اپنی منزل سے ہٹ گئے تھے۔ پہلے سے متعین کردہ رستے کو چھوڑ کر ایک ایسی پگڈنڈی پر ہو لئے تھے جس کی کوئی انتہا نہ تھی، کوئی انجام نہ تھا ـــــ مگر تباہی و بربادی اور ذلت و شکست ـــــ !! نظریۂ پاکستان سے روگردانی ہی اس سانحہ کا سبب بنی ـــــ وہ رشتہ جس نے ان دو بازوؤں کو یکجان کیا تھا ختم ہو گیا، وہ بنیاد جس پر یہ عمارت

گھڑی کی گئی تھی چھوڑ دی گئی مشترکہ قومیت کا جذبہ جن اصولوں پر کارفرما تھا اُس کو بھلا دیا گیا —— گزشتہ ۴۲ سال اسی المناک داستان کی مختلف کڑیاں ہیں۔ اور جب ہم اپنی اصل بنیاد سے ہی ہٹ گئے تو اس خارزار میں ہمارا دامن اُلجھنا ہی تھا اور ان سنگلاخ چٹانوں پر ہمیں گرنا ہی تھا ..... !!!

اس تمام کیفیت کے بعد میری طبیعت سنبھل گئی، مجھے روشنی کی ایک رمق نظر آ رہی تھی —— امید کے دیئے کی لو نے مجھے یہ احساس بخشا کہ اے کاش! اب بھی ہم سنبھل جائیں۔ اپنی اس شکست سے سبق حاصل کرتے ہوئے ماضی کی کوتاہیوں اور غلطیوں کی تلافی کر سکیں اور اپنی کھوئی ہوئی عظمت بحال کر سکیں۔

اسلام کی نشاۃِ ثانیہ آسمان پر مقدر ہو چکی ہے اور اسے دُنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ تاہم اس کے حصول کے لئے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح ہماری مسلسل قربانیوں کی ضرورت ہے، عزم و ہمت کی ضرورت ہے، جذبۂ حب الوطنی کی ضرورت ہے، قوم کو بنیانٌ مرصوص بننے کی ضرورت ہے، شوقِ شہادت اور جذبۂ عمل کی ضرورت ہے، اور خلوص، دردمندی، ایثار، یکجہتی کی ضرورت ہے +

سید تنویر احمد شاہ
معتمد مجلس خدام الاحمدیہ دارالصدر غربی ربوہ

سچا مسلمان

حدیث نبوی ہے "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے"۔ وہ اس سے خیانت نہیں کرتا، اس سے جھوٹ نہیں بولتا اور نہ ہی مشکل وقت پڑنے پر اس سے کنارا کرتا ہے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی آبرو، مال اور خون حرام ہے۔

اسلامی اخوت کا رشتہ ناقابل شکست ہے، کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ اگر کوئی مسلمان اس رشتہ اخوت کو توڑنا چاہے تو مسلمان کہلانے کا حقدار نہیں ٹھہر سکتا۔ مسلمان کو قطعاً روا نہیں کہ اپنی جماعت کو چھوڑ کر اغیار کے ساتھ قلبی روابط قائم کرے۔ قرآن پاک میں صاف لکھا ہے کہ مسلمان کی "موالات" یعنی قلبی محبت اور رفاقت" فقط اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جماعت مومنین ہی سے ہو سکتی ہے۔ دیگر اقوام سے اُسے دنیاوی رسم و راہ رکھنے کی اجازت ہے، اُن کے ساتھ شرافت اور محبت و مودت سے ہمیشہ آنے کا حکم ہے مگر اُن سے مسلمان کا سا رابطہ قائم نہیں ہو سکتا۔ صاحب ایمان شخص کے دل کی دُنیا فقط رب العالمین اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے لئے وقف رہتی ہے۔ وہ مسلمان بھائیوں کے ساتھ مہر و محبت سے رہتا ہے۔ قرآن پاک کا مسلمانوں کے بارے میں ارشاد ہے رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ یعنی وہ ایک دوسرے کے لئے پیکر رحم ہوتے ہیں۔ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مسلمان وہ ہے جو ـــــ

۱- ملاقات کے وقت دوسرے کو سلام کرے۔

۲- کوئی دعوت پر بلائے تو اس کی دعوت قبول کرے۔

۳- کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔

ہجرت کے بعد حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے باہمی حقوق اور ذمہ داریوں کی ایک مختصر مگر بنیادی فہرست مرتب فرمائی تھی۔ اس میں مسلمانوں کے باہمی تعلقات کا خصوصیت سے ذکر ہے۔ ان کے تعلقات سے متعلق مندرجہ ذیل فرائض عائد کئے گئے تھے ـــــ

(۱) مسلمان کے قلبی رفیق صرف مسلمان ہوں گے۔

(۲) ایمان والوں کے دوست و دشمن مشترکہ ہونگے کوئی مسلمان اسلام کے دشمن سے تنہا مصالحت نہیں کر سکتا۔

(باقی صفحہ ۴۱ پر)

اخبارِ مجالس

۱۔ مجلس خدام الاحمدیہ کوپن ہیگن (ڈنمارک)

۱۔ عرصہ زیرِ رپورٹ (ماہ اگست تا دسمبر ۱۹۷۱ء) مجلس کوپن ہیگن کے پانچ ماہانہ اجلاس منعقد ہوئے جن میں خدام کی اوسطاً حاضری ۱۹ رہی۔

۲۔ مجلس ارشاد کے ۱۵ اجلاس انعقاد پذیر ہوئے۔ جن میں خدام نہایت ذوق شوق سے شامل ہوتے رہے۔

۳۔ مجلس کوپن ہیگن کے ۳۰ خدام باقاعدگی سے چندہ مجلس ادا کرتے ہیں۔

۴۔ خدام گاہے گاہے ہسپتالوں اور طبی اداروں میں مریضوں کی عیادت کے لئے بھی جاتے رہے اور مختلف طریقوں سے مریضوں کی امداد بھی کرتے رہے۔ علاوہ ازیں مریضوں کو ۳ ہزار کراؤن قرضہ حسنہ بھی دیا گیا۔

۵۔ عرصہ زیرِ رپورٹ میں چار اجتماعی وقارِ عمل منائے گئے جن میں خدام کی اوسطاً حاضری ۱۵ رہی۔

۶۔ عید الفطر کے موقع پر شام کے وقت مجلس کوپن ہیگن کی طرف سے ایک دعوتِ طعام کا اہتمام کیا گیا جس میں تمام خدام کے علاوہ معززینِ شہر کو بھی خاص طور پر مدعو کیا گیا۔

۲۔ مجلس خدام الاحمدیہ ابادان (نائیجیریا)

عرصہ زیرِ رپورٹ (۷۱-۱۹۷۰ء) میں مکرم اے۔ رجی۔ احمد صاحب قائد مجلس ابادان کی زیرِ قیادت مجلس نے خدا تعالیٰ کے فضل سے قابلِ قدر ترقی کی ہے اس سال مجلس میں ایک نئی زندگی پیدا ہوئی۔ اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ مجلس کا لیگاوس اور ربوہ سے قریبی رابطہ رہا۔ دوسرے خدام الاحمدیہ کے ممبران میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ مجلس کو حلقہ جات میں تقسیم کرنا پڑا۔ چنانچہ مجلس کو نو حلقہ جات میں تقسیم کر دیا گیا۔

ان حلقہ جات میں بعض نے اس مختصر سے عرصہ میں نمایاں طور پر کام کیا ہے۔ اس کام کا اثر صرف ان کے اپنے حلقہ تک ہی نہیں بلکہ پوری جماعت پر پڑا۔ اس سلسلہ میں اوکے آڈو۔ فوکو (O Ke Ado/Fo Ko) کا حلقہ قابلِ ذکر ہے۔ یہ حلقہ اپنی کارکردگی کے لحاظ سے اوّل نمبر پر رہا ہے۔

مجلس کے مختلف شعبہ جات میں تسلی بخش کام ہوتا رہا۔ خصوصاً ناظم صاحب وقارِ عمل نے

بہت اچھا کام کیا ہے۔ انہوں نے اپنی انتھک کوششوں سے مسجد کے ماحول کو بہت عمدہ رکھا اور زعیم صاحب "اوکے آڈو فوکو" نے ان سے ہر طرح تعاون کیا۔

ناظم صاحب تعلیم و تربیت اپنے تقرر کے دن سے بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ انکی کوششوں سے مجالس کی عمومی میٹنگیں بھی ان رنگا رنگ تعلیمی پروگراموں سے مزین ہو گئی ہیں۔ اور مختلف طریقوں سے اسلامی تعلیم، بعثت مہدی معہودؑ، تبلیغ اور عبادات وغیرہ پر مشتمل اسباق جاری کئے گئے۔ یہ تجویز زیر غور ہے کہ مجلس کو خدام کے تعلیمی معیار کے مطابق گروپوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

عاملہ کا اجلاس دو ہفتے بعد ہوتا ہے اور زیادہ تر وقت مختلف اصلاحات کے لئے پروگرام بنانے پر صرف ہوتا ہے۔ سال رواں میں مجلس عاملہ کے ۱۹ اجلاس بلائے گئے۔

عرصہ زیر رپورٹ میں خدام نے ٹیموں کی شکل میں کرسچن (Christian) اور کیتھولک سکولوں میں (۸ بجے سے بارہ بجے کے درمیان) جا کر مسلمان بچوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے کے لئے انتہائی محنت اور دلجوئی سے کام کیا۔

تعطیلات کے دوران جبکہ سکولوں میں جا کر تبلیغ کرنے کے پروگرام پر عمل نہیں ہو سکتا۔ خدام کی سکولوں میں جانے والی ٹیمیں ایک بہت بڑی تعداد میں گھر گھر جا کر اس اہم فریضہ کو ادا کرتے رہیں۔

۳۔ مجلس خدام الاحمدیہ سرگودھا

وقار عمل

مجلس خدام الاحمدیہ سرگودھا شہر نے دو مثالی وقار عمل منائے۔ جن میں سے ایک میں خدام نے لگاتار ۳½ گھنٹے کام کر کے خندقیں کھود دیں۔ دوسرے شاندار وقار عمل میں کئی دن کام کر کے خدام نے ۱۴ × ۱۲ × ۸ پختہ کمرہ تیار کیا جس کی چھت کے سامان پر -/۲۳۶ روپے خرچ ہوئے۔ اس کام میں کسی مستری یا مزدور کی مدد نہیں لی گئی۔ مجلس سرگودھا شہر نے اس کے علاوہ بھی ۲ دو وقار عمل سال رواں میں منائے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدام میں وقار عمل کی صحیح روح بیدار ہے اور ہاتھ سے کام کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس نیک جذبہ کو ترقی دے اور مجلس کو مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۴۔ مجلس خدام الاحمدیہ سیالکوٹ شہر

● تعلیمی و تربیتی کلاس:-

خدام و اطفال کو دینی تعلیم کے نور سے منور کرنے اور ان کے اندر اسلامی اخلاق و آداب کا شعور پیدا کرنے کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ سیالکوٹ

شہر نے مختلف حلقہ جات میں تعلیمی و تربیتی کلاس کا انعقاد کیا۔ یہ کلاس ۲۰/ جنوری سے ۲۵/ جنوری تک تمام حلقہ جات میں منعقد کی گئی۔ تربیتی کلاس سے قبل شہر کے نو (۹) حلقہ جات میں ایک وفد کی صورت میں دورہ جات کئے گئے۔ یہ وفد مکرم حمید الدین صاحب قائد مقامی، عبد الحمید گوندل معتمد مقامی اور مکرم جلال الدین شاد صاحب ناظم تعلیم و تربیت پر مشتمل تھا۔ شہر کے تمام خدام سے ان کے گھر پر جاکر ملاقات کی گئی اور انہیں تربیتی کلاس کی اہمیت بتائی گئی۔ تربیتی کلاس میں خدام و اطفال کو پڑھانے کے لئے حلقہ جات میں ناظمین کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ کلاس کا کورس نماز باترجمہ، سترہ آیات باترجمہ بمعہ مختصر تفسیر اور تبلیغی مسائل پر مشتمل رکھا گیا۔ چھ روزہ کلاس میں خدام کی اوسط حاضری ۵۶، اور اطفال کی اوسط حاضری ۵۴ رہی۔

● ٹورنامنٹ :-

خدام و اطفال کی تعلیمی و تربیتی کلاس کے بعد ان کی ذہنی و جسمانی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور مسابقت کی روح پیدا کرنے کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ سیالکوٹ شہر نے تعلیمی کلاس میں باقاعدگی سے شامل ہونے والے خدام کے لئے مورخہ ۳۰/ جنوری بروز اتوار بمقام جناح پارک ایک ٹورنامنٹ کا انعقاد کیا۔

ٹورنامنٹ کا آغاز مکرم مولانا الحاج عزیز الرحمٰن صاحب منگلا مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ ضلع سیالکوٹ کی زیر صدارت ہوا۔ تلاوت اور نظم کے بعد مربی صاحب نے اس تفریحی پروگرام کی اہمیت بیان کرتے ہوئے خدام و اطفال کو نظم و نسق کے ساتھ مختلف مقابلہ جات میں حصہ لینے کی نصیحت فرمائی۔ دعا پر پروگرام شروع ہوا۔

خدام کے جھنڈا جنگ، پائیلو فائٹنگ، لمبی دوڑ، اونچی چھلانگ، لمبی چھلانگ، فروٹ ریس، کلائی پکڑنا اور کبڈی کے ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ دوپہر کے وقت کلوا جمیعًا کا پروگرام ہوا۔ جس کے بعد خدام کے علمی مقابلہ جات شروع ہوئے۔ تلاوت، نظم اور تقاریر کے مقابلہ جات میں خدام نے اپنی پوری علمی صلاحیتوں کو ظاہر کیا۔ ان علمی مقابلہ جات سے غیر از جماعت احباب بہت متاثر ہوئے۔

● یوم والدین و تقسیم انعامات :-

مورخہ ۴/ فروری بروز جمعۃ المبارک بمقام جامع مسجد احمدیہ بعد نماز جمعہ مجلس خدام الاحمدیہ سیالکوٹ کے تحت جلسہ یوم والدین و تقسیم انعامات منعقد کیا گیا۔ اجلاس کی صدارت مکرم خواجہ محمد امین صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع سیالکوٹ نے فرمائی۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد مکرم حمید الدین صاحب قائد خدام الاحمدیہ نے خدام و اطفال کو عہد دوہرایا۔ عہد کے بعد آپ نے خدام کو نصائح کیں۔ پھر نظم کے بعد عبد الحمید گوندل معتمد مقامی نے مجلس خدام الاحمدیہ سیالکوٹ شہر کی سہ ماہی رگزاری کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے والدین سے مؤدبانہ درخواست کی کہ وہ ہر کام میں مجالس خدام و اطفال کا ہاتھ بٹائیں۔

اس کے بعد ناظم صاحب اطفال مبشر احمد یال نے اطفال کی سہ ماہی کارگزاری پڑھ کر سنائی۔ مکرم قریشی اقبال احمد صاحب نے "والدین کی ذمہ داریاں" کے عنوان سے تقریر کی۔ قریشی صاحب کی تقریر کے بعد خدام و اطفال میں انعامات اور اسناد تقسیم کی گئیں۔ بعد ازاں مکرم صدر صاحب نے خدام و اطفال اور والدین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بچے اور نوجوان ہمارا ثمر ہیں ہمیں صحیح رنگ میں ان کی نگہداشت کرنی چاہیئے تاکہ وہ اسلام و احمدیت کے لئے مفید ثابت ہوں۔ آپ نے خدام کو فیشن پرستی اور مادیت پرستی کی راہوں پر چلنے کی بجائے روحانی راہوں پر گامزن ہونے کی تلقین کی۔ آخر میں دعا پر یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ اس اجلاس میں ۵۰ خدام، ۶۵ اطفال اور ۳۰ والدین نے شرکت کی۔

۵۔ مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ

وقار عمل

مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کے زیر اہتمام ۱۸ فروری بروز جمعہ، ساہی وال روڈ پر ایک انعامی وقار عمل منایا گیا جس میں ایک ہزار دس خدام نے پورے جوش و خروش اور مستعدی سے ۷½ بجے سے ۹ بجے تک تین سو فٹ لمبی پندرہ فٹ چوڑی سڑک پر اوسطاً ۱½ فٹ اونچی مٹی ڈالی۔ مقامی مجلس کے عہدیداران نے اس وقار عمل کو مثالی اور کامیاب بنانے کے لئے عمدہ منصوبہ بندی سے بھرپور کوشش کی۔ پوسٹر چھپوائے گئے۔ محلہ جات میں اعلانات کروائے گئے۔ مساجد میں یاددہانی ہوتی رہی۔ مٹی ڈالنے کی جگہ اور مٹی کھودنے کی جگہ پر نشانات لگائے اور ہر حلقہ کے لئے اس کی تعداد کے مطابق جگہ ایک روز قبل مقرر کر دی گئی۔ سامان بروقت پہنچایا گیا اور وقت پر وقار عمل شروع ہوا اور وقت پر ختم ہوا۔ خدام کے علاوہ بہت سے انصار حضرات نے بھی شرکت فرمائی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

خدام کا جوش و خروش قابل دید تھا۔ اور کام اپنی مقدار، نوعیت اور افادیت کے لحاظ سے شاندار تھا۔ منصفین کے فیصلہ کے مطابق مجلس گولبازار اول قرار دی گئی۔ مجلس ہوسٹل جامعہ احمدیہ اور مجلس ہوسٹل تعلیم الاسلام کالج برابر رہ کر دوم قرار پائیں۔ صدر محترم کے ارشاد کے مطابق ان کا مقابلہ جاری ہے اور مجلس دارالبرکات سوم قرار پائی۔

محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا

دَورہ مجالس ضلع لاہور

مکرم محترم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے مورخہ ۲۲-۲۳ صلح (جنوری ۱۹۷۲ء) کو ضلع لاہور اور مجلس خدام الاحمدیہ اسلامیہ پارک، ماڈل ٹاؤن، مغلپورہ، دار الذکر، دہلی گیٹ کا دَورہ فرمایا۔ اس دَورہ کے دَوران عہدیداران مجالس کو دی جانے والی ہدایات اور مجلس ماڈل ٹاؤن کے یک روزہ اجتماع کی مختصر رپورٹ مجالس اور خدام و اطفال کے استفادہ کے لئے درج ذیل ہے۔

مبارک احمد خالد

نائب معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

مورخہ ۲۲ صلح (جنوری ۷۲ء) بوقت ایک بجے محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ سے مکرم ملک منور احمد صاحب جاوید قائد ضلع و علاقہ لاہور کے مکان پر پہنچے۔ جہاں قائدین اضلاع علاقہ لاہور اور عہدیداران ضلع لاہور نے آپ کا استقبال کیا۔ ½ ۱ بجے مکرم ملک منور احمد صاحب جاوید قائد علاقہ لاہور نے صدر محترم کے اعزاز میں ظہرانہ دیا۔ جس میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، محترم چوہدری اسد اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور، مکرم مربی صاحب لاہور، بعض مرکزی سیکرٹری صاحبان جماعت احمدیہ لاہور، قائدین اضلاع گوجرانوالہ، شیخوپورہ، سیالکوٹ، بعض سابقہ قائدین ضلع و علاقہ لاہور، مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کے تمام اراکین، قیادت ہائے لاہور شہر کے قائدین اور خدام الاحمدیہ سے انصار اللہ میں جانے والے بعض خدام نے شرکت فرمائی۔

ظہرانہ سے قبل ایک مختصر سے اجلاس میں تلاوت کے بعد مکرم قائد صاحب ضلع و علاقہ لاہور نے صدرِ محترم کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا جس میں آپ کو مجلس خدام الاحمدیہ علاقہ لاہور کی طرف سے خوش آمدید کہا گیا اور بعض عہدیداران کو انصار میں جانے پر الوداع کہا۔ بعض بزرگوں کا ان کے تعاون پر شکریہ ادا کیا۔ نئے قائدین مجالس لاہور کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خواہش کے مطابق جانفشانی سے کام کرنے کی تلقین کی اور تنظیمِ نو کے قائد منتخب ہونے پر مبارکباد پیش کی۔ پھر گزشتہ سہ ماہی میں قیادت ضلع لاہور کے کام کا تعارف کروایا۔

ایڈریس کے جواب میں صدر محترم نے فرمایا کہ
مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ میں بھی اس موقع پر
کچھ بیان کروں۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت ہمارے
سامنے دو کام ہیں۔ ایک اندرونِ جماعت ہے
اور دوسرا بیرونِ جماعت۔ جماعت کے بچوں
اور نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کا کام ہمیں اندرونِ
جماعت کرنا ہے اور تبلیغ اور اصلاح و ارشاد
کا کام ہمیں بیرونِ جماعت کرنا ہے۔ عملی طور پر
اس کو نافذ کرنا خدام الاحمدیہ کا کام ہے۔ ہمیں
بچوں اور نوجوانوں کو بتانا ہے کہ اسلام ہم سے
کیا چاہتا ہے اور ہم سے کیا امیدیں وابستہ
رکھتا ہے اور ان کو کس طرح عملی جامہ پہنانا ہے۔
آپ نے فرمایا کہ حضرت المصلح الموعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدام الاحمدیہ کی تنظیم
قائم فرمائی تھی۔ اس تنظیم کو جس شکل میں قائم کیا
گیا ہے وہ تفصیلی ہے اجمالی نہیں۔ مثلاً سائقین
اور احزاب کا قیام ہمیں خود بخود توجہ دلاتا ہے
کہ ہمیں ہر فرد تک پہنچنا ہے اور اس کو
خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کے پروگراموں
میں شامل کرنا ہے۔ اسلئے ہماری کوششوں کا
انداز بھی تفصیلی ہونا چاہیئے محض اجمالی نہیں۔

اجلاسات

اراکین اضلاع علاقہ لاہور اور مجلس عاملہ
ضلع لاہور کا اجلاس ۲۲/۱/۱۳۵۱ ۳ بجے بعد
دوپہر بر مکان ملک منور احمد صاحب جاوید۔

۲۔ مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مغلپورہ بعد نماز
مغرب ۲۲/۱/۱۳۵۱ بمقام مسجد احمدیہ مغلپورہ۔

۳۔ مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ دہلی گیٹ،
آٹھ بجے شام ۲۲/۱/۱۳۵۱۔ مسجد احمدیہ
دہلی دروازہ۔

۴۔ مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ اسلامیہ پارک،
گیارہ بجے ۲۳/۱/۱۳۵۱ مسجد احمدیہ اسلامیہ پارک۔

۵۔ مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ ماڈل ٹاؤن،
تین بجے بعد دوپہر ۲۲/۱/۱۳۵۱ مسجد احمدیہ
ماڈل ٹاؤن۔

۶۔ مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ دارالذکر۔ چھ بجے
شام ۲۳/۱/۱۳۵۱ مسجد احمدیہ دارالذکر۔

حسب پروگرام یہ اجلاسات محترم صدر صاحب
مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی زیرِ صدارت منعقد
ہوئے۔ ہر اجلاس میں تلاوت کے بعد صدر محترم
نے اجلاس کی بہتری اور زیرِ غور آنے والی تجاویز
اور ہونے والے فیصلہ جات اور ان پر عمل پیرا
ہونے کے لئے دعا فرمائی۔ اس کے بعد صدر محترم
عہدیداران کے کام کا مختصر جائزہ لیتے رہے۔
اور اس مجلس کے حالات اور عہدیداران کے مشورہ
کو مدنظر رکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت
کی اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اور حضرت مسیح موعودؑ
اور آپ کے خلفاء اور صحابہؓ کی مثالیں دے کر
آئندہ کام کو منظم اور احسن طریق پر مجلس خدام الاحمدیہ

مرکز یہ کے لائحہ عمل کی روشنی میں کرنے سے متعلق عہدیداران کی راہنمائی فرماتے رہے اور بعض کاموں کے کرنے کا فیصلہ فرمایا اور اس مجلس کے لئے ٹارگٹ بھی مقرر فرمایا۔ عہدیداران کی مشکلات اور مسائل کو سُن کر اُن کی راہنمائی فرمائی اور کام کے طریق بتلائے۔

ہدایات

- صدر محترم نے لاہور کی موجودہ قیادتوں کی تقسیم سے متعلق ارشاد فرمایا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر موجودہ قیادتوں کو اسلئے قائم کیا گیا ہے کہ لاہور کی قیادت میں جتنا کام ہوتا تھا۔ وہ لاہور جیسی مجلس کے لئے بہت کم تھا اور جتنا کام ہونا چاہیئے تھا وہ نہیں ہو رہا تھا اور سب خدام اس میں حصہ نہیں لیتے تھے۔ اسلئے اس کمی کو دُور کرنے کے لئے اور اس کیفیت کو ختم کرنے کے لئے اس کو پانچ چھوٹے یونٹوں میں تقسیم کرنا پڑا۔ تاکہ یہ فعّال یونٹ بن کر کام کی کمی کو پورا کریں۔
- اجلاساتِ عاملہ کا مقصد خیالات میں یگانگت پیدا کرنا ہوتا ہے تا وہ جماعت کے اغراض و مقاصد اور اس کے پروگرام سے متعلق ایک ہی خیال پر قائم ہو جائیں اور خیالات کے لحاظ سے ان کے اندر مکمل اتحاد ہو جائے۔ اور اتحادِ خیال کے بعد اتحادِ عمل پیدا ہو۔ اسلئے عاملہ کے اجلاسات میں باہم مشورہ سے جو امور زیرِ غور آئیں اور فیصلہ ہو جائے اس پر متفق ہو کر اور باہم یگانگت سے کے ساتھ اس پر عمل کیا جائے۔
- خدام کے ارکین، جماعت کے دست و بازو کی حیثیت رکھتے ہیں اسلئے ان کو کسی نہ کسی کام میں لگے رہنا چاہیئے۔
- قائدین کے لئے اور دوسرے عہدیداران کے لئے اُن کے ساتھ مل کر بوجھ اُٹھانے والے رفقاء کی کمی کا سوال ہر جگہ موجود ہے۔ دینی سلسلے جو رضا کارانہ طور پر چلتے ہیں۔ ان کے عہدیداران کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے اور کام کرنے والوں کو ہر وقت یہ بات مدّنظر رکھنی چاہیئے کہ جو کچھ کرنا ہے وہ خدا کی محبت کی خاطر کرنا ہے۔ اس کے لئے زیادہ محنت اور دعا کی ضرورت ہوتی ہے۔

عہدیداران کو چاہیئے کہ وہ خدام کو بدھا کر، سکھا کر اور سمجھا کر ان کے اندر تنظیم کی آواز کی شناخت اور اُس آواز پر دَوڑے چلے آنے کا مادہ پیدا کر دیں۔ کیونکہ اچھے رفقاءِ کار پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خدام کی طرف نہ صرف اجتماعی توجہ دی جائے بلکہ ایک ایک فرد کے طور پر

بھی ان کی طرف توجہ دی جائے۔ کامیابی کا سنہری اصول حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"سمجھانا اور سمجھا کر قوم کے
افراد کو ترقی کے میدان میں
اپنے ساتھ لئے جانا یہ کامیابی
کا ایک اہم گر ہے"

(الفضل ۱۰ اپریل ۱۹۳۸ء)

- بعض بھائیوں کو خیال ہو جاتا ہے کہ وہ بہت زیادہ مصروف ہیں۔ تنظیم عام حالات میں زیادہ وقت کا مطالبہ نہیں کرتی۔ اگر عہدیداران ۱۵ منٹ بھی روزانہ باقاعدگی سے وقت دیں تو کام کہیں بہتر ہو سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ وقت باقاعدگی سے بلاناغہ دیں خواہ تھوڑا ہو۔
- جب کوئی پروگرام بنایا جائے تو سب سے پہلے عہدیداران اس پر عمل کر کے نمونہ پیش کریں۔ خدام کے بعض پروگراموں میں خاطر خواہ طور پر دلچسپی نہ لینے کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ عہدیداران خود عملی نمونہ پیش نہیں کر رہے ہوتے۔
- ناظمین کا کام ہے کہ زعماء اور منتظمین کے کام کو بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ حلقوں میں جا کر اپنے سامنے کام کروائیں اور ان کی حوصلہ افزائی کریں۔
- رابطہ کمیٹیاں جو بنائی جائیں وہ حلقہ جات میں دورے کر کے خدام سے ذاتی تعلق پیدا کریں۔

شعبہ جات کے کام سے متعلق ہدایات

صدر محترم نے اپنے دورہ کے دوران عمومی ہدایات کے علاوہ عہدیداران کو خصوصاً شعبہ تعلیم، تربیت اور اصلاح وارشاد، اطفال سے متعلق ہدایات دیں۔

شعبہ تعلیم:۔

- قرآن مجید باترجمہ پڑھانے کا انتظام کیا جائے۔
- خدام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کی طرف خاص طور پر توجہ دلائیں۔ کیونکہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھتے رہتے ہیں اُن کے دلوں کا زنگ دھلتا رہتا ہے، اُن کی کمزوریاں دور ہوتی رہتی ہیں۔ اس کے لئے درج ذیل طریق اختیار کئے جا سکتے ہیں
- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے درس کا انتظام کیا جائے۔
- مرکز نے خدام کے لئے ہر ماہ ایک کتاب مقرر کی ہے۔ اس کو پڑھنے کی طرف توجہ دلائیں اور لائحہ عمل کے مطابق مہینے کے آخر پر امتحان بھی لیں۔
- گشتی لائبریری کے ذریعہ خدام کے پاس کتب پہنچائیں۔ یعنی کچھ کتابیں سائق کو دیدی جائیں جو گھر گھر جا کر خدام کو پڑھنے کے لئے کتاب دے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد اس کتاب سے متعلق معلوم
کر کے کہ خادم نے پڑھ لی ہے اسس کو اور
کتاب دیدی جائے۔

• جو خدام نماز سادہ نہیں جانتے ان کو نماز سادہ
سکھائی جائے اور جو نماز کا ترجمہ نہیں جانتے
ان کو ترجمہ سکھایا جائے۔

شعبہ تربیت :-

• تربیت میں سب سے زیادہ ضروری چیز یہ ہے
کہ خدام مسجد میں آ کر نماز باجماعت پڑھیں اور دعا
کریں۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل طریق اختیار
کئے جائیں :-

ا۔ نماز کی اہمیت خدام کو بتلائی جائے کہ یہ
دعائیں کرنے کا وقت ہے۔

ب۔ خدام سے انفرادی رابطہ پیدا کیا جائے۔

ج۔ نمازوں کے لئے صرف وعظ و نصیحت کافی
نہیں بلکہ ناظم تربیت اور ساتھی مل کر خدام
کو گھروں سے بلا کر لایا کریں۔

د۔ نماز باجماعت کی حاضری کا انتظام کیا جائے
اور ریکارڈ رکھا جائے۔

• شعبہ تربیت میں دوسری بات یہ ہے کہ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً
بتایا تھا الخیر کلّہ فی القرآن کہ تمام قسم کی
بھلائی قرآن میں ہے۔ قرآن مجید کو زیادہ سے
زیادہ پڑھا جائے، اس کے علوم کو سیکھا جائے
خدام کے پاس سادہ قرآن مجید ہو۔ اس سے روزانہ
تلاوت کریں اور یہ انکی زندگی کا مستقل جزو ہو۔

• تہجد کی عادت ڈالنے کے لئے کبھی کبھی اجتماعی نماز
تہجد کا اہتمام کیا جائے۔

شعبہ اصلاح و ارشاد :-

• اسلام کو ساری دنیا میں پھیلانے کا کام
ہمارے سپرد ہے۔ ہم پر احمدیت کا پیغام دوسروں
تک پہنچانے کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اسکے
لئے ہمیں کوشش کرنی چاہیئے۔ اس کے لئے مندرجہ
ذیل طریق اختیار کئے جاسکتے ہیں :-

۱۔ تبلیغی اور علمی تقریبات منعقد کی جائیں۔ خدام
ایسے احباب کو جو اُن کے زیر اثر ہوں ایسی
تقریبات میں لائیں اور کسی بزرگ کی تقریر کروائی
جائے۔ نیز فریضہ تبلیغ ادا کر کے آنے والے مبلغین
سے ملاقات کروائی جائے اور ان سے بھی وہاں
کے حالات سے متعلق تقریر کروا کر لوگوں کو جماعت
احمدیہ کی تبلیغ اسلام سے متعلق مساعی سے آگاہ کیا جائے۔

۲۔ غیر از جماعت احباب تک احمدیت کا پیغام اور
جماعت کی مساعی پہنچانے میں اس امر کو مد نظر رکھیں کہ
اس سلسلہ میں ہمیں اپنی جدو جہد کے ایک حصہ کو بظاہر
ضائع ہوتے دیکھ کر مایوس نہیں ہونا چاہیئے کہ فلاں کے
پاس گئے تھے اُنہوں نے ہماری بات نہیں سنی، لٹریچر
نہیں لیا، اچھی طرح پیش نہیں آئے۔ کیونکہ آپ نے
دیکھا ہوگا کہ ہیرے تلاش کرنیوالے ایک ہیرے کی خاطر
سینکڑوں من مٹی چھان دیتے ہیں۔ انکی محنت کا ایک حصہ
ضائع جاتا نظر آتا ہے لیکن وہ اس سے مایوس نہیں ہوتے

اور ہیروں کی تلاش میں لگے رہتے ہیں اور جب گوہرِ مقصود ہوجاتا ہے تو ساری محنتوں کا بدلہ مل جاتا ہے۔

شعبہ اطفال :-

● اطفال کے شعبہ کی طرف توجہ کم ہے ۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حالانکہ اطفال کا شعبہ بھی خدام الاحمدیہ جتنی توجہ چاہتا ہے۔ ہمیں صرف اپنی ذات کی فکر ہی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ اپنے بچوں، عزیزوں کی اپنے سے زیادہ فکر ہونی چاہیئے کیونکہ کل کو سب ذمہ داریاں ان بچوں پر پڑتی ہیں۔ آنے والی نسلوں کو انشاء اللہ ہم سے بڑا انتظام سنبھالنا ہوگا اسلئے ہمیں اپنی آئندہ نسل کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیئے اور شعبہ اطفال کے تحت جماعت کے نونہالوں کی تعلیم و تربیت اور تنظیم کے کام کو اس طریق پر انجام دینا چاہیئے کہ کل کو جب جماعت کے کام کی عظیم ذمہ داری ان کے کندھوں پر پڑے تو وہ اس کو بخوبی سنبھال سکیں۔

یک روزہ اجتماع
مجلس خدام الاحمدیہ ماڈل ٹاؤن لاہور

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے زیر ہدایت نئی قائم شدہ مجلس خدام الاحمدیہ ماڈل ٹاؤن لاہور کا پہلا یک روزہ اجتماع خدا تعالیٰ کے فضل سے انتہائی کامیابی سے بتاریخ ۲۳ صلح (جنوری) ۷۲ء بروز اتوار منعقد ہوا۔

بروز اجتماع صبح ہی سے آسمان پر بادل چھائے تھے اور سردی پوری شدت سے تھی مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے نو بجے تک قریباً ۵۰ خدام اور چالیس اطفال مقام اجتماع پر پہنچ چکے تھے۔ خدام کی آمد جاری تھی جبکہ محترم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ساڑھے نو بجے مقام اجتماع میں تشریف لائے۔ مکرم مبشر احمد صاحب دہلوی قائد مجلس خدام الاحمدیہ ماڈل ٹاؤن نے آگے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا اور عہدیداران مجلس سے آپکو متعارف کرایا۔ اسوقت مجلس اطفال الاحمدیہ ماڈل ٹاؤن لاہور کی نمائندگی میں ایک طفل نے صدر صاحب کو پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔ صدر صاحب کے مقام اجتماع میں داخل ہونے پر خدام نے کھڑے ہو کر اھلاً و سھلاً و مرحبًا سے آپکا استقبال کیا۔ جملہ خدام و اطفال اپنے اپنے حلقہ کی قطار میں بیٹھے تھے۔

افتتاحی اجلاس :-

تلاوتِ قرآن کریم سے افتتاحی اجلاس کا آغاز ہوا۔ بفضلہ تعالیٰ اسوقت ۱۱۲ خدام اور ۹۴ اطفال حاضر تھے۔ تلاوت کے بعد خدام و اطفال نے صدر محترم کی اقتداء میں عہد دوہرایا۔ بعدہ مکرم قائد صاحب نے محترم صدر صاحب کی خدمت میں افتتاحی خطاب کے لئے درخواست سے قبل مختصر خطاب کیا۔ جس میں اس امر کا اظہار کیا گیا کہ جب نئے انتظام کے تحت انہیں قائد کے عہدہ کے لئے منتخب کیا گیا تو وہ اپنے آپکو اس منصب کے لئے کمزور پاتے تھے مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے اور خدام بھائیوں کے تعاون سے آج انکی دیرینہ خواہش پوری ہوگئی کہ مجلس ماڈل ٹاؤن میں ایک کامیاب اجتماع منعقد کیا جائے۔ جس میں صدر محترم بھی رونق افروز ہوں۔ بعدہٗ آپ نے

صدر صاحب کی خدمت میں افتتاح کے لئے درخواست کی۔
تشہد و تعوذ کے بعد صدر محترم نے پون گھنٹہ تک خدام و اطفال سے خطاب فرمایا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اسوقت مجھے یہاں آکر خوشی ہوئی ہے کہ مجھے خدام و اطفال بھائیوں سے ملنے کا موقع ملا۔ میرے دل میں اس بات کی خواہش تھی کہ کئی لحاظ سے مجلس ماڈل ٹاؤن ایک فعال یونٹ اور جماعت کا بیدار حصہ بن سکتی ہے۔ حضور اقدس نے لاہور کو پانچ قیادتوں میں تقسیم کرنے کا جو فیصلہ فرمایا تھا بفضل تعالیٰ اس کے اچھے نتائج نکل رہے ہیں۔ اس نئے دور میں آپ کے عہدیداران نے بڑے شوق اور محنت سے کام کیا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ عہدیداران کے ساتھ آپ بھی شامل ہیں۔ اس پر میں بہت خوش ہوں اور نصیحت کرتا ہوں کہ مجلس ماڈل ٹاؤن میں جو بیداری پیدا ہوئی ہے وہ یہاں رکے نہیں بلکہ اس کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے۔ آمین۔

صدر محترم نے فرمایا کہ آپ خدام عمر کے اس حصہ سے تعلق رکھتے ہیں جب انسان کے تمام قویٰ اپنی بہترین حالت میں ہوتے ہیں۔ آپ جسمانی طاقت کے لحاظ سے بھی فعال ہیں اور ذہنی طاقت کے لحاظ سے بھی فعال ہیں لہذا آپکو چاہیئے کہ ان طاقتوں کا پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس حصۂ عمر کو نہایت اہم قرار دیا ہے۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ کوئی جوان یہ بھروسہ نہ کرے کہ اٹھارہ یا انیس سال کی عمر ہے اور ابھی بہت وقت باقی ہے۔ تندرست اپنی تندرستی اور صحت پر ناز نہ کرے۔ اسی طرح اور کوئی شخص جو عمدہ حالت رکھتا ہے وہ اپنی وجاہت پر بھروسہ نہ کرے۔ زمانہ انقلاب میں ہے یہ آخری زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ صادق اور کاذب کو آزمانا چاہتا ہے۔ اسوقت صدق و وفا کے دکھانے کا وقت ہے اور آخری موقعہ دیا گیا ہے۔ یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ وہ وقت ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آکر ختم ہو جاتی ہیں اسلئے صدق اور خدمت کا یہ آخری موقع ہے جو نوعِ انسان کو دیا گیا ہے اب اسکے بعد کوئی موقع نہ ہوگا۔ بڑا ہی بدقسمت وہ ہے جو اس موقع کو کھو دے۔"

(ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۶۳)

صدر محترم نے فرمایا کہ جیسا کہ حضور نے فرمایا ہے انسانی زندگی کی غرض و غایت کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ اسکے بغیر انسان انسان کہلا ہی نہیں سکتا۔ اگر اسکو یہ پتہ نہ ہو کہ اس کو پیدا کرنیوالے نے اسکو کس غرض کے لئے پیدا کیا ہے تو وہ اپنے مقصد کو نہیں پا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ذہن، جسم اور روح عطا فرمائی ہے۔ انسان ان طاقتوں سے مرکب ہے اور انسانی کمال یہ ہے کہ ہم ان طاقتوں کا صحیح استعمال کریں۔ بعض لوگ جسمانی اور بعض لوگ ذہنی نشوونما کی طرف توجہ دیتے ہیں اور اسی طرح بعض صرف روحانی طاقتوں کو کمال تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ دراصل جو اپنی طاقتوں کے جس حصہ کو استعمال کرتا ہے وہ اس میں ترقی کر لیتا ہے۔

صدر محترم نے فرمایا کہ ہمارے نوجوانوں میں دینی کتب کے مطالعہ کی عادت کم ہے۔ اگر طلباء ہیں تو اپنے کورس کے

گرد گھومتے ہیں اور دوسرے خدام پڑھائی کی طرف سے غافل ہیں لہٰذا سب خدام کو پڑھائی کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ ہر خادم کو چاہیئے کہ وہ اپنے پروگرام میں کم از کم پندرہ منٹ دینی کتب پڑھنے کے لئے رکھے۔

اجتماع میں موجود اطفال کو مخاطب کرتے ہوئے صدر مجلس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ :-

"ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مع اصحاب سیر کو تشریف لے گئے۔ واپسی پر راستہ میں ایک درخت کیکر کسی کا گرا ہوا تھا بعض دوستوں نے اسکی خود شاخیں کاٹ کر مسواکیں بنالیں۔ حضورؑ کے ساتھ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بھی تھے جن کی عمر اس وقت ۱۰-۱۲ سال تھی۔ ایک مسواک کسی صحابی نے ان کو دیدی اور انہوں نے بوجہ بچپن کی بے تکلفی کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہا کہ "ابا مسواک لے لیں"۔ حضور علیہ السلام نے جواب نہ دیا۔ پھر دوبارہ بھی کہا۔ حضورؑ نے جواب نہ دیا۔ سہ بارہ پھر کہا کہ ابا یہ مسواک لے لیں تو حضورؑ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ پہلے یہ بتاؤ کہ مسواکیں کس کی اجازت سے لی گئی ہیں۔ اس فرمان کے سنتے ہی سب نے مسواکیں زمین پر پھینک دیں۔"

(سیرت المہدی حصہ چہارم غیر مطبوعہ ص ۱۲۲)

بچوں کو چاہیئے کہ اس واقعہ کو ہمیشہ یاد رکھیں اور اس میں جو سبق موجود ہے اس پر ہمیشہ عمل کریں کہ کسی چیز کے مالک کی اجازت کے بغیر اسکی چیز کو نہ ہاتھ لگانا ہے نہ اپنے استعمال میں لانا ہے۔

آخر میں آنمکرم نے خدام کو حضرت مصلح موعودؓ کا یہ شعر خاص طور پر سامنے رکھنے کا ارشاد فرمایا کہ ؎

خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلہ میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

اور فرمایا کہ سلسلہ کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہمیں خدمت کا موقع دیا۔ صحابہؓ کی تو ہمیشہ یہی خواہش تھی کہ وہ بار بار کی زندگی حاصل کریں تا بار بار انہیں خدمتِ دین کا موقع ملے اور بار بار اسی راہ میں خدمت کرتے ہوئے وہ جان جان آفریں کو پیش کریں۔

خدام و اطفال نے آپ کا یہ مبسوط خطاب کمال توجہ سے سنا۔ بعد ازاں صدر محترم ہی کی اقتداء میں دعا میں شمولیت اختیار کی جس پر یہ اجلاس قریباً ساڑھے دس بجے ختم ہوا۔ ازاں بعد آنمکرم کچھ دیر خدام میں رہے اور باہم گفتگو ہوتی رہی۔ صدر محترم مجلس کی طرف سے لگائے گئے چائے اور مشروبات کے سٹال پر بھی گئے جہاں دوران گفتگو آپ نے فرمایا کہ فن وہ صلاحیت ہے جو ادنیٰ خام شے سے کار آمد، قابل استعمال چیز کو پیدا کرتی ہے۔

کچھ دیر بعد صدر محترم قیادت اسلامیہ پارک کی مجلس عاملہ کو خطاب کرنے کی غرض سے تشریف لے گئے۔

ورزشی مقابلہ جات :-

افتتاحی خطاب کے ختم ہوتے ہی صدر محترم کے روانہ ہونے سے قبل ٹیبل ٹینس کے مقابلہ جات شروع ہو گئے۔ مسجد کے صحن میں رکھی دو میزوں پر یہ مقابلے نماز ظہر تک جاری رہے۔ صدر محترم کے روانہ ہوتے ہی خدام مسجد کے قریب ہی بنائی گئی

جگہ پر سو گز دوڑ کے لئے روانہ ہو گئے۔ شدید سردی کے
باوجود کھلاڑیوں کی ایک بڑی تعداد نے اس مقابلہ میں
حصہ لیا اور کافی مقابلہ ہوا۔ اس کے بعد ماڈل ٹاؤن
کے مرکزی گول دائرہ میں ۲½ میل کی سائیکل ریس ہوئی
جس میں چالیس کے قریب خدام نے حصہ لیا۔ اس عرصہ میں
مسجد میں بنائے گئے ٹریک (TRACK) میں اطفال
کی اونچی اور لمبی چھلانگ کے اور دیگر انفرادی مقابلہ جات
ہوئے۔

سائیکل ریس کے بعد خدام والی بال کے مقابلہ
میں شریک ہوئے جس کے بعد رسہ کشی کا دلچسپ اور
شدید مقابلہ ہوا۔ اس مرحلہ پر خدام مسجد کے میدانِ
عمل میں تشریف لے آئے اور اطفال فٹ بال کے
اجتماعی مقابلہ کے لئے گراؤنڈ میں چلے گئے جہاں نماز
ظہر تک وہ فٹ بال، دوڑ ۱۰۰ گز، تین ٹانگوں کی دوڑ،
جھنڈا جھنگ اور مرغ لڑائی میں مشغول رہے۔

مسجد والے میدان میں خدام نے اونچی اور لمبی
چھلانگ کے مقابلہ میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ اسی
طرح کلائی پکڑنے اور گولہ پھینکنے کے مقابلہ جات میں
بھی کافی رونق دیکھنے میں آئی۔ دریں اثناء معزز
مہمانانِ کرام بھی تشریف لا رہے تھے جو ان مقابلہ جات
میں خدام کے جوش و خروش سے محظوظ ہو رہے تھے۔

ان مقابلہ جات کے دوران ہی محترم صدر مجلس
قیادت اسلامیہ پارک کے دورہ سے واپس تشریف لائے
چنانچہ مسجد کے پلاٹ میں صدر محترم کی معیت میں معزز
مہمانانِ کرام میوزیکل چیئرز کے مقابلہ میں شریک ہوئے
جبکہ خدام کی کافی تعداد بھی مقابلہ میں مشغول، مہمانان کو
دیکھ کر لطف اندوز ہو رہے تھے۔

دریں اثناء اطفال بھی میدانِ عمل سے آ چکے
تھے جن کو مسجد کے صحن میں خدام سے قبل ہی کھانا کھلایا
گیا۔ بعدہٗ صدر محترم، مہمانانِ کرام اور خدام نے اکٹھے
بیٹھ کر کھانا کھایا۔ بفضلِ تعالیٰ کھانے کا انتظام جو
مہمانوں اور خدام کی بڑی تعداد کے لئے یکدفعہ کیا گیا تھا
خوش اسلوبی سے انجام دیا گیا۔ اکل و شرب سے فارغ
ہو کر خدام و اطفال نے ظہر و عصر کی نماز مسجد ہی میں اکٹھی
ادا کی۔

علمی مقابلہ جات:۔

نماز کے بعد مسجد کے ہال میں خدام کے علمی
مقابلہ جات شروع ہوئے جبکہ اطفال مسجد کے پلاٹ
میں اپنے علمی مقابلہ جات (بیت بازی اور تقریری مقابلہ جات)
کے لئے اکٹھے ہوئے۔ مسجد کے ہال میں خدام کا پہلا مقابلہ
عام معلومات ہوا۔ جو انتہائی دلچسپ رہا اور خدام نے
بڑے جوش و خروش سے اس میں حصہ لیا۔ بعدہٗ تقریری
مقابلہ ہوا۔ خدام نے کافی محنت سے تقاریر تیار کی تھیں
اور خدام نے بڑی دلچسپی سے ان تقاریر کو سنا۔

علمی مقابلہ جات کے وقفہ میں یعنی نماز ظہر و عصر
کے بعد مسجد کے صحن میں صدر محترم کی صدارت میں مجلس
عاملہ کا اجلاس ہوا۔ صدر محترم نے مجلس عاملہ علاقائی کے
کارکنان سے ملاقات کی اور مختلف شعبہ جات کی کارکردگی
کا جائزہ لیا جس کے ساتھ ساتھ زریں ہدایات سے
ناظمین اور زعماء کو نوازا۔

تقسیم انعامات :-

دریں اثناء خدام و اطفال کے علمی مقابلہ جات مکمل ہو چکے تھے چنانچہ مجلس عاملہ کا یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ صدرِ محترم کے کرسی صدارت پر تشریف فرما ہونے کے بعد قریباً ساڑھے چار بجے اختتامی اجلاس کا آغاز تلاوتِ قرآن مجید سے ہوا۔ اسکے بعد پہلے سابقہ قیادت ماڈل ٹاؤن کے ایک ٹورنامنٹ کے انعامات صدرِ محترم نے تقسیم فرمائے اور پھر امروزہ اجتماع کے ہر مقابلہ میں اوّل، دوم اور سوم آنے والے خدام کو انعامات دیئے۔ اسی طرح فٹ بال، رسہ کشی اور اجتماع ہذا کے موقع پر بہترین حلقہ کے لئے چار رننگ ٹرافیاں دی گئیں۔ انعامات کی تقسیم کے بعد اجتماع کی انتظامیہ کمیٹی کے صدر نے صدرِ محترم، جج صاحبان، معزز مہمانانِ کرام اور خدام بھائیوں کا شکریہ ادا کیا جن کے تعاون سے یہ اجتماع انتہائی کامیابی سے منعقد ہوا۔

صدرِ محترم نے فرمایا کہ خطاب صبح ہو چکا ہے، اسلئے اس وقت ہم اجتماعی دعا کریں گے جس کے بعد یہ پروگرام ختم ہوگا۔ چنانچہ صدرِ محترم کی اقتداء میں خدام نے اجتماعی دعا کی۔ دعا سے پہلے صدرِ مجلس کے ساتھ مل کر خدام و اطفال نے اپنا عہد دوہرایا۔ جس کے بعد قریباً پانچ بجے خدام رخصت ہوئے۔

بفضلِ تعالیٰ اس پروگرام میں قریباً ۱۶۰ خدام اور ۷۰ اطفال شریک ہوئے اور محض اسکی رضا سے باوجود موسم کی خرابی کے یہ اجتماع انتہائی خوبی سے اختتام پذیر ہوا۔

عہدیدارانِ ضلع شیخوپورہ کا اجلاس

(مرتبہ مبارک احمد خالد)

محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے مورخہ ۱۳ ۲/۲ کو مکرم ملک لطیف احمد صاحب سرور قائد ضلع و شہر شیخوپورہ کی درخواست پر دورہ فرمایا۔ آپ صبح دس بجے مسجد احمدیہ شیخوپورہ میں پہنچے۔ جہاں عہدیدارانِ ضلع نے آپ کا استقبال کیا۔

انکے محترم صدر صاحب کی زیرِ صدارت مجلس عاملہ ضلع شیخوپورہ اور قائدین مجالس ضلع شیخوپورہ کا اجلاس شروع ہوا۔ اس اجلاس کے دو حصے تھے۔ ایک حصہ مکرم چوہدری عبدالسمیع صاحب سابق قائد ضلع شیخوپورہ کے انصار اللہ میں چلے جانے کے باعث ان کی الوداعی تقریب سے تعلق رکھتا تھا اور دوسرا حصہ عہدیداران و قائدین کے کام کے جائزہ اور ہدایات سے متعلق تھا۔

الوداعی تقریب

الوداعی تقریب کی کارروائی تلاوت

کلام پاک سے شروع ہوئی۔

تلاوت اور نظم کے بعد مکرم ملک لطیف احمد صاحب سرور قائد ضلع شیخوپورہ نے عہدیداران ضلع و قائدین مجالس ضلع شیخوپورہ کی طرف سے مکرم چوہدری عبدالسمیع صاحب کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا۔ جس میں ان کے جذبۂ خدمت کو سراہا گیا۔ اس کے بعد مکرم چوہدری عبدالسمیع صاحب نے ایڈریس کا جواب دیتے ہوئے عہدیداران ضلع و قائدین کا اپنے ساتھ بہترین تعاون کرنے پر شکریہ ادا کیا۔

اس کے بعد محترم صدر صاحب نے مکرم محترم چوہدری عبدالسمیع صاحب کی خدمات اور کام کو سراہا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ نے ضلع و شہر کا کام عمدہ طریق پر محنت اور جانفشانی سے انجام دیا۔

آخر پر آپ نے اور حاضرین نے چوہدری صاحب موصوف کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اُن کو آئندہ بھی پہلے سے بڑھ کر بے لوث خدمتِ دین کی توفیق بخشے۔

اجلاس قائدین وعہدیداران

اجلاس قائدین وعہدیداران میں صدر محترم نے حاضرین کو اللہ تعالیٰ کے اس فضل کی طرف توجہ دلائی کہ اُس نے ہمیں اس زمانہ میں پیدا کیا اور جماعت احمدیہ سے منسلک کیا۔ اور پھر یہ کہ ہم کو اپنے دین کی خدمت کا موقع دیا۔ اور فرمایا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے اس احسان کی قدر کرنی چاہیئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض کہ انسان کا اپنے پیدا کرنے والے سے تعلق قائم ہو جائے، کو پورا کرنا چاہیئے۔ جماعت احمدیہ کو اور خدام الاحمدیہ کو قائم کرنے کی بھی یہی غرض ہے۔

افتتاحی خطاب کے بعد آپ نے عہدیداران سے شعبہ وار کام کا جائزہ لیا۔ اور ان کی مشکلات کو سُن کر کام کو مزید بہتر بنانے سے متعلق اپنی قیمتی ہدایات سے نوازا۔

اجلاس کے بعد کھانا کھایا گیا۔ کھانے کے بعد نماز ظہر و عصر ادا کی گئی۔

نمازوں کے بعد صدر محترم شیخوپورہ شہر کے اطفال سے بعض دینی مسائل پر گفتگو فرماتے رہے اور ان سے سوالات کر کے اُن کا جائزہ لیتے رہے اور سوالات کے جوابات بتا کر اُن کے علم میں اضافہ فرماتے رہے۔ اس دوران نائب قائدین و نگران حلقہ جات ضلع شیخوپورہ کو مکرم ملک منور احمد صاحب جاوید قائد علاقہ لاہور نے بعض ہدایات دیں اور بعض مجالس ضلع شیخوپورہ کے دورہ کا پروگرام بھی بنایا۔

اسکے بعد محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور محترم امیر صاحب ضلع شیخوپورہ کے ساتھ عہدیداران ضلع و مکرم چوہدری عبدالسمیع صاحب سابق قائد کی فوٹو ہوئی۔

تقریباتِ مسرّت!

(۱) جناب محمد افضل صاحب طاہر قائد خدام الاحمدیہ ضلع راولپنڈی کی شادی مؤرخہ ۱۲ر فروری ۱۹۷۲ء کو ربوہ میں عمل میں آئی۔ اگلے روز ۱۳ فروری ۱۹۷۲ء کو آپ کے والد محترم جناب چوہدری نور احمد صاحب نے دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کیا جس میں اہلِ خانہ کے علاوہ معززینِ شہر نے بھی شرکت کی۔

(۲) جناب عبدالمالک صاحب ابن میاں محمد دین صاحب مرحوم نائب قائد ضلع لاہور کی تقریب شادی مؤرخہ ۵ر دسمبر ۱۹۷۱ء کو لاہور میں منعقد ہوئی۔ ۶ر دسمبر ۱۹۷۱ء کو آپ کے برادر محترم کی طرف سے دعوتِ ولیمہ کا اہتمام عمل میں آیا۔ جس میں عہدیدارانِ مجلس خدام الاحمدیہ نے بھی شرکت کی۔

(۳) جناب طاہر محمود صاحب نائب قائد ضلع لاہور کی شادی مؤرخہ ۱۲ر فروری ۱۹۷۲ء کو لاہور میں عمل میں آئی۔ اگلے روز دعوتِ ولیمہ کا اہتمام عمل میں آیا۔

(۴) مکرم عبدالعزیز صاحب نگران حلقہ رائے ونڈ ضلع لاہور کی شادی خانہ آبادی بروز اتوار مؤرخہ ۱۳ر فروری ۱۹۷۲ء کو ہوئی۔ ان کی شادی مکرم برادرم طاہر محمود صاحب نائب قائد ضلع لاہور کی ہمشیرہ کے ساتھ قصور میں ہوئی۔

(۵) جناب عبدالمومن صاحب محمود نائب معتمد خدام الاحمدیہ ضلع کراچی کی تقریب شادی مؤرخہ ۵ر فروری ۱۹۷۲ء کو ربوہ میں انعقاد پذیر ہوئی۔ دعوتِ ولیمہ کا انعقاد اگلے روز آپ کے مکان پہ ہوا۔

ادارہ خالد ان ہر پانچ عہدیدارانِ خدام الاحمدیہ کی خدمت میں ان تقریباتِ مسرت پر مبارکباد پیش کرتا ہے اور دُعا گو ہے کہ خداوند کریم انہیں دائمی خوشی و مسرت سے ہمکنار کرے۔ نیز انہیں خدمتِ سلسلہ کی زیادہ سے زیادہ توفیق بخشے۔ (آمین)

(ادارہ)

صلائے عام ہے ......

آپ نے اپنے مجلسی آرگن میں اشاعت کے لئے کبھی کچھ ادارہ کو بھجوایا ہے؟ کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ جماعت احمدیہ کے قیام کی اصل غرض اشاعت اسلام ہے اور اس سلسلے میں آپ پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ـــــ ایسی ذمہ داری جس سے عہدہ برآ ہوئے بغیر چارہ نہیں ـــــ یہ قلم کا زمانہ ہے اور قلمی جہاد ہر خادم پر فرض ہے۔ آپ حضرت سلطان القلم کی جماعت سے منسوب ہیں جنہوں نے قلم کے زور سے دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کا مقابلہ کیا اور انہیں ہر میدان میں شکست دی۔ آپ پر بھی لازم ہے کہ آپ حضرت امام الزمانؑ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس قلمی جہاد میں حصہ لیں۔ "خالد" کے صفحات آپ کی مثبت سوچ اور گہرے فکر کے لئے چشم براہ ہیں۔

پس اپنے مضامین نظم و نثر سے اپنے "خالد" کی تزئین کیجئے۔ یاد رکھئے کہ سینۂ قرطاس پر منتقل ہوتے ہی حقیر چیزوں کی اقدار بدل جایا کرتی ہیں۔ آپ کی تحریر آپ کے نام کو دوام بخشے گی۔ (ادارہ)

Regd. No. L 5830
Aman 1351
March, 1972
Only title printed at the Nusrat Art Press, Rabwah.